

سوال: محاسن اخلاق سے کیا مراد ہے؟ ایسے پانچ محاسن اخلاق تفصیلاً بیان کریں جن سے معاشرہ سنور جاتا ہے۔

معنی و مفہوم:

محاسن کا لفظ ”حسن“ کی جمع ہے۔ جس کے معنی اچھائی کے ہیں اور اخلاق ”خلق“ کی جمع ہے جس کے معنی انسان کی پختہ عادت، طبیعت اور مزاج کے ہیں جو انسان سے با آسانی ادا ہو جائیں۔ محاسن اخلاق سے مراد وہ اچھی عادت، طور طریقے اور اعمال ہیں جن کا فائدہ فرد واحد سے لے کر پورے معاشرہ کو پہنچتا ہے جیسے سچ، دیانتداری اور ایثار وغیرہ محاسن اخلاق کی فہرست طویل ہیں ان میں چند اہم کا تذکرہ کیا جائے گا۔

### (الف) دیانت داری

معنی و مفہوم:

دیانت کا لفظ ”دین“ سے بنا ہے۔ دیانت کے لئے ”امانت“ کا لفظ بھی استعمال کیا جاتا ہے جبکہ اس کے خلاف ”خیانت“ کا لفظ استعمال ہوتا ہے اور خیانت کرنے والے کو خائن کہا جاتا ہے۔ دین اسلام میں امانت و دیانت کو مفہوم وسیع تر ہے۔ اور عقائد، عبادات، معاشرت، اخلاقیات، اور معاملات تمام شعبوں تک محیط ہے حتیٰ کہ انسانی زندگی کا کوئی بھی عمل یا مقام اس کے دائرہ سے باہر نہیں۔

ضرورت و اہمیت:

معاشی اور معاشرتی تعلقات کی استواری کے لیے دیانت ایک بنیادی شرط ہے جس معاشرے سے دیانت داری ختم ہو جائے وہاں کاروباری معاملات سے لے کر گھریلو تعلقات تک ہر جگہ ناقابل اصلاح بگاڑ پیدا ہو جاتا ہے ایک دوسرے پر سے اعتماد اٹھ جاتا ہے اسلام اپنے نام لیواؤں کو ان تمام نقصانات سے بچانے کے لیے دیانتداری کی تلقین کرتا ہے۔

### دیانتداری کی اہمیت قرآن کی روشنی میں

دیانتداری ایک معاشی و معاشرتی ضرورت:

معاشرے کے ہر کام میں دیانتداری اہم شرط ہے اس کے بغیر کوئی بھی چھوٹا یا بڑا معاملہ یا کام انجام نہیں دیا جاسکتا۔ قرآن مجید دیانتداری کے ذریعے اس اعتماد کو بحال اور برقرار رکھنا چاہتا ہے۔

”جب تم میں سے کوئی شخص دوسرے پر بھروسہ کے ساتھ کوئی معاملہ کرے تو جس پر اعتماد کیا گیا ہو اسے چاہیے کہ امانت ادا کرے اور اپنے رب اللہ تعالیٰ سے ڈرے“ (البقرة: 273)

امانتیں اہل افراد کا حق:

قرآن اپنے ماننے والوں کو اللہ کا یہ پیغام دیتا ہے کہ امانتیں اور ذمہ داریاں مستحق افراد کا حق ہے لہذا انہیں امانتوں کی سپردگی میں دیانت سے کام لینا ہوگا۔ ان اللہ یا مرکم ان تودوا الامنات الی اہلہا (انساء: 58) (ترجمہ) بے شک اللہ حکم دیتا ہے کہ امانتیں اہل افراد کے سپرد کی جائیں۔

فلاح پانے والوں کی نشانی:

قرآن مجید دنیا و آخرت میں فلاح پانے والوں کی دیگر صفات کے ساتھ یہ صفت بھی بیان کرتا ہے۔

والذین ہم لا ملئہم وعہدہم راعون (المومنون: 08) (ترجمہ) اور وہ لوگ اپنی امانتوں اور وعدے کا خیال رکھتے ہیں۔

خیانت کی ممانعت:

ایمان والوں کی امانت و دیانت کا معیار بہت اونچا ہونا چاہیے جس کا اندازہ اس آیت مبارکہ سے ہوتا ہے۔

یا ایہا الذین امنوا لا تخونوا اللہ والرسول ولا تخونوا ملتکم (سورۃ الانفال: 27)

(ترجمہ) اے ایمان والوں مت خیانت کرو اللہ سے اور اس کے رسول سے اور نہ خیانت کرو اپنی امانتوں میں۔

خائن اللہ تعالیٰ کا ناپسندیدہ شخص:

اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والے کو پسند نہیں کرتا جس سے انسان دنیا و آخرت میں ناکام ہو جاتا ہے۔ لہذا خیانت اور بددیانتی کی ناکامی کا ذریعہ ہے۔

ان الله لا يحب الخائنين (القرآن) (ترجمہ) بے شک اللہ خیانت کرنے والے کو پسند نہیں کرتا۔

سنت انبیاء کرام:

تمام کے تمام انبیاء اور رسول علیہم السلام اللہ تعالیٰ کے سب سے زیادہ دیانتدار افراد تھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے نبوت و رسالت کی امانت عطا فرمائی تھی۔

انی لکم رسول امین (شعراء: 125) (ترجمہ) میں تمہاری طرف امانتدار رسول ہوں۔

خیانت کرنے والے کی حمایت کی ممانعت:

قرآن مجید مسلمانوں کو نہ صرف خود خیانت سے بچنے اور دیانت داری اپنانے کی تلقین کرتا ہے بلکہ اہل ایمان کو یہ حکم بھی دیتا ہے کہ وہ کسی خیانت کرنے والے کا ساتھ بھی نہ دیں۔

جو لوگ اپنے جانوں سے خیانت کرتے ہیں تم ان کی حمایت نہ کرو، اللہ کو ایسا شخص پسند نہیں جو خیانت کا راہ گناہ گار ہو (النساء: 107, 108)

دیانت داری کی اہمیت حدیث کی روشنی میں

انسانی معاشرہ پر خیانت کا اثر:

عن ابن عباس قال قال رسول الله ﷺ مظهر الغلول في القوم الا القى الله في قلوبهم الرعب

جس قوم میں خیانت کی عادت پیدا ہو جائے تو اللہ اس قوم میں اوروں کا رعب و دبدبہ ڈال دیتا ہے۔

مشورہ ایک امانت:

اسلام نے امانت و دیانت کے مفہوم کو وسعت دیتے ہوئے مشورہ لینے کے معاملے تک پھیلا دیا ہے۔ چنانچہ مشورہ دینے والے پر لازم ہے کہ پوری دیانت

داری سے مشورہ دے کیونکہ مشورہ دینا بھی ایک امانت ہے جس میں خیانت جائز نہیں ہے۔

المستشار موثمن (الحديث) جس سے مشورہ لیا جائے وہ (بھی) امانت دار ہے۔

محفل میں امانت کا خیال:

المجالس بالا مانة (الحديث) محفل میں کی جانے والی بات بھی امانت ہے۔

ایک دوسرے مقام پر حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث نقل فرماتے ہیں۔

اذا حدث الرجل الحديث تم التفت فہی امانة (الحديث)

جب کوئی شخص بات بتائے اور دائیں بائیں بھی دیکھے تو سمجھو کہ وہ بات امانت ہے۔ یعنی وہ شخص دائیں بائیں اس لیے دیکھ رہا ہے کہ کہیں کوئی اس کی بات

سن تو نہیں رہا۔

محفل کی بات کب امانت:

البیۃ بعض صورتوں میں محفل کی بات امانت نہیں ہے۔

عن جابر المجالس بالا مانة الا ثلثة مجالس سفک دم حرام او فوج حرام او افتطاع مال بغير حق (الحديث)

محفل میں کی جانے والی بات بھی امانت مگر تین محفلیں اس حکم میں داخل نہیں ایک ایسی محفل جس میں کسی شخص کو ناحق قتل کرنے، یا کسی کی عزت پامال کرنے یا کسی کا

ناحق مال لوٹنے کی منصوبہ بندی کی جا رہی ہو۔

چار بہترین خوبیاں:

قال رسول الله ﷺ اربع اذا كن فيك فلا عليك ما فاتك الدنيا حفظ امانة وصدق حديث و حسن خليقة و عفة في طعمة  
 ”جب تجھے چار چیزیں حاصل ہو جائیں تو دنیا سے چلا بھی جائے تو تیرا کوئی نقصان نہ ہوگا وہ خوبیاں یہ ہیں ”امانت کی حفاظت کرنا، سچ بولنا، اچھا اخلاق اور حلال رزق“  
 خیانت منافق کی نشانی:

حدیث مبارک میں خیانت و بددیانتی کو منافق کی نشانیوں میں سے ایک نشانی قرار دیا گیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔  
 ”منافق کی تین نشانیاں ہیں جب بھی بات کرے جھوٹ بولے، وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرے اور جب اس کے پاس امانت رکھوائی جائے تو خیانت کرے۔“  
 سچا امانت دار تاجر:

تجارتی و معاشرتی معاملات میں دیانتداری ایک اہم ترین اصول اور شرط ہے، چنانچہ اور دیانت دار تاجر کے لیے بشارت سنائی گئی ہے۔  
 ”سچا امانت دار تاجر (روز قیامت) نبیوں، صدیقین اور نیکوکاروں کے ساتھ ہوگا۔“

امانت ایمان کا حصہ:

دیانت داری کی اس اہمیت کے پیش نظر ناممکن ہے کہ کوئی شخص مسلمان بھی ہو اور بددیانت بھی اسی لیے حضور ﷺ نے فرمایا:  
 لا ايمان لمن لا امانة له (ترجمہ) جس میں دیانتداری نہیں اس میں ایمان نہیں۔

امانت و دیانت کی اہمیت لقمان حکیم کی زبانی:

(ترجمہ) حضرت مالکؓ فرماتے ہیں کہ مجھے تک یہ بات پہنچی ہے کہ لقمان حکیم سے کسی نے پوچھا کہ آپ کے مقام و مرتبہ کی کیا وجہ ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ ”سچی بات کرنا، امانت کی ادائیگی کا خیال رکھنا اور بے فائدہ باتوں کو چھوڑ دینا“

دیانت داری کی اہمیت سیرۃ النبی ﷺ کی روشنی میں

اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو جب اخلاقی خوبیاں عطا فرمائیں ان میں دیانت داری ایک اہم اور نمایاں خوبی تھی۔ نبوت سے پہلے کی چالیس سالہ حیات مبارکہ اور اعلان نبوت کے بعد کم و بیش تیس سالہ دور نبوت آپ ﷺ کی امانت و دیانت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ اور آپ ﷺ نے اپنے قول و عمل کے ذریعے بھی تمام انسانیت کو امانت و دیانت کی تعلیم و تربیت عطا فرمائی۔

حجر اسود کی تنصیب:

نبوت سے پہلے حجر اسود کی تنصیب پر عرب میں اختلافات پیدا ہو گئے۔ جو اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کے ذریعے سے دور فرمائے، جب سب نے آپ ﷺ کو دیکھا تو بول اٹھے۔

هذا الامين ورضينا بحكمه (ترجمہ) یہ دیانت دار نو جوان ہے ہم اس کے فیصلے پر راضی اور خوش ہیں۔

الامين كلقب:

اعلان نبوت سے پہلے بھی آپ ﷺ الامین یعنی دیانت دار کے لقب سے مشہور تھے۔

خون کے پیاسوں کی امانتوں کا خیال:

ہجرت کے موقع پر اپنے جانی دشمنوں کی امانتوں کی سپردگی، سیدنا علی المرتضیٰ کے ذمہ لگا کر آناسیرۃ نبوی ﷺ کا وہ روشن باب ہے کہ تاریخ انسانیت جس کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے۔

ام المؤمنین سیدہ خدیجہؓ سے نکاح اور ان کی گواہی:

حضرت خدیجہؓ سفر شام کے تجارتی سفر کے بعد اپنے غلام میسرہ کی زبانی حضور ﷺ کی امانت و دیانت کا حال جان چکی تھیں اور اسی سے متاثر ہو کر حضور ﷺ کو نکاح کا پیغام بھیجا۔ چنانچہ نکاح کے بعد حضور ﷺ پر پہلی وحی نازل ہوئی تو آپؐ نے جن الفاظ میں حضور ﷺ کی نبوت کی حقانیت کی گواہی پیش کی ان صفات عالیہ میں

یہ صفت بھی بطور خاص شامل تھی: ”آپ لوگوں کی امانتوں کا خیال رکھتے ہیں۔“

فوائد و ثمرات:

☆ ایمان میں اضافہ ☆ رزق میں برکت ☆ معاشرے میں عزت ☆ اعتماد بھروسہ ☆ خاندانی نظام کا استحکام ☆ گناہوں سے حفاظت  
☆ دو جہاں کی کامیابی ☆ نیک لوگوں میں شمار ☆ سنت انبیاء پر عمل ☆ رحمت الہی کا حصول

(ب) ایفاء عہد

معنی و مفہوم:

”ایفاء“ کا لفظ ”وفا“ سے بنا ہے جس کا معنی ہے پورا کرنا، نبھانا، حق ادا کرنا وغیرہ جبکہ عہد کے لیے اردو زبان میں وعدہ کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ لہذا ایفاء عہد سے مراد وعدہ پورا کرنا، ذمہ داری ادا کرنا، معاہدے کو نبھانا اور پابندی کا ادا کرنے وغیرہ کے آتے ہیں۔

ایفاء عہد ایک اہم معاشی و معاشرتی ضرورت:

انسانوں کے باہمی تعلقات میں ایفاء عہد کرنے کو جو اہمیت حاصل ہے وہ محتاج بیان نہیں۔ ہمارے اکثر معاملات کی بنیاد وعدوں پر ہوتی ہے دو افراد سے لے کر دو ملکوں کے باہمی تعلقات ایفاء عہد اور وعدے کی پاسداری پر منحصر ہیں۔ اگر وعدہ پورا ہوتا رہے تو معاشرے میں بہتری قائم رہتی ہے۔ اگر ان کی خلاف ورزی شروع ہو جائے تو سارے معاملات بگڑ جاتے ہیں۔ اس بگاڑ سے مسلمانوں کو محفوظ رکھنے کے لیے اسلام ایفاء عہد کی تلقین کرتا ہے۔

قرآن مجید کی روشنی میں

سنت الہی:

اللہ تعالیٰ سب سے بڑھ کر وعدہ پورا کرنے والا ہے۔ اور یہی اللہ تعالیٰ کی سنت مبارکہ ہے جس پر تمام انسانیت کو عمل کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔  
ومن اوفی بعهده من الله (التوبہ 111) اور کون ہے جو اللہ سے بڑھ کر وعدے کو پورا کرنے والا ہو۔  
ایک دوسرے مقام پر ایمان والوں کی دعاؤں میں اس حقیقت کا اقرار کروایا گیا ہے۔  
انک لا تخلف الميعاد (آل عمران) (اے ہمارے رب!) بے شک تو وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔

اہم ترین عہد:

انسان کے وعدوں میں سب سے اہم عہد وہ ہے جو انسان نے بندگی کے معاملے میں ”عالم ارواح“ میں اپنے خالق سے کیا تھا۔ جب اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کی روحوں کو ایک جگہ اکٹھا کیا اور ان سے فرمایا ”الست بربکم؟“ کیا میں تمہارا رب نہیں؟ تو تمام انسانوں نے جواب دیا: ”قالوا بلی“ وہ بولے کیوں نہیں (تو ہی ہمارا رب ہے) اب قرآن مجید انسان کو یہی اللہ تعالیٰ سے کیا ہوا عہد یاد دلاتا ہے اور اسے پورا کرنے کی نصیحت کرتا ہے۔  
وبعهد الله اوفوا (الانعام: 152) اور اللہ سے کیے ہوئے وعدے کو پورا کرو۔

اہل ایمان کی نشانی:

دو جہاں میں کامیاب ہونے والوں کی دیگر صفات کے ساتھ ایفاء عہد بھی ان کی ایک اہم صفت اور خوبی ہے۔  
والذین هم لا منتهم وعهدهم راعون (المؤمنون: 08) وہ لوگ اپنی امانتوں اور اقرار (عہد) کا خیال رکھتے ہیں۔

سنت انبیاء کرام:

تمام انبیاء کرام وعدے کی پاسداری کرنے والے تھے مثلاً حضرت اسماعیل کے بارے میں ارشاد ربانی ہے  
واذ کرفی الکتب اسمعیل انه کان صادق الوعد (مریم: 54) اور کتاب میں اسماعیل کا ذکر کرو بے شک وہ وعدے کا سچا تھا۔  
باہمی معاہدوں اور رشتوں کی پاسداری کا حکم:

ایک اور مقام پر باہمی معاہدوں اور اجتماعی رشتوں کی پاسداری کا لحاظ رکھنے کی ہدایت اس طرح فرمائی گئی ہے۔  
(ترجمہ) وہ لوگ جو اللہ کے عہد کو پورا کرتے ہیں اور اس کے عہد کو نہیں توڑتے اور وہ لوگ رشتہ داری کو جوڑتے ہیں جس کو اللہ نے جوڑنے کا حکم دیا ہے۔ (القرآن)  
روز قیامت عہد کی جوابدہی:

اسلام اپنے ماننے والوں کو ایفائے عہد کو اہم فریضہ قرار دیتا ہے جس کے بارے میں روزے قیامت حساب و کتاب لیا جائے گا۔  
واو فو ابالعہد ان العہد کان مسئولا (الاسراء: 34) عہد پورا کرو بے شک عہد کے بارے میں ضرور پوچھ ہوگی۔  
عہد شکنی رحمت الہی سے محرومی کا سبب:

قرآن مجید کا بیان بتاتا ہے کہ وعدہ شکنی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم ہونے کا سبب ہے۔ ماضی میں بھی وعدہ خلاف تو میں اور افراد اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم کر دیے گئے۔

پھر یہ ان کا اپنے عہد کو توڑ ڈالنا تھا جس کی وجہ سے ہم نے ان کو اپنی رحمت سے دور پھینک دیا اور ان کے دل سخت کر دیئے (المائدہ 13، پ 6)  
عہد شکنی لعنت کا سبب:

قرآن مجید میں عہد خلافی کرنے والوں کی سزا ان الفاظ میں بیان کی گئی ہے۔  
(ترجمہ) اور وہ لوگ جو اللہ سے وعدہ کرنے کے بعد توڑ دیتے ہیں، اور جس چیز کو اللہ نے جوڑنے کا حکم دیا اسے توڑ ڈالتے ہیں اور زمین میں فساد پھیلاتے ہیں یہ لوگ لعنت کے مستحق ہیں اور ان کا ٹھکانہ بہت ہی برا ہوگا۔ (سورۃ الرعد)

### حدیث مبارک کی روشنی میں

وعدہ خلافی منافق کی نشانی:

منافق کی تین نشانیاں ہیں، جب بھی بات کرے تو جھوٹ بولے، جب وعدہ کرتے تو وعدہ خلافی کرے اور جب اس کے پاس امانت رکھوائی جائے تو اس میں خیانت کرے۔

”ایفائے عہد“ دین کا اہم حصہ:

لا دین لمن لا عہد له (الحديث) جس میں وعدے کی پاسداری نہیں اس میں دین نہیں۔

عہد شکنی کی سزا:

ہر عہد توڑنے والے کے لئے قیامت کے دن اس کی پشت (پیٹھ) پر ایک جھنڈا گاڑا جائے اور اعلان کیا جائے گا کہ یہ ہے فلاں شخص کی عہد شکنی۔

دشمن کا غلبہ:

آپ ﷺ نے فرمایا: ”ولا خیر قوم بالعہد الا سلط علیہم العدو“ (ترجمہ) اور جو قوم عہد شکنی کرتی ہے اس قوم پر دشمن کو مسلط کر دیا جاتا ہے۔

اسوہ رسول اکرم ﷺ

حضرت ابو جندلؓ کی واپسی:

سن 6 ہجری میں آپ ﷺ اور صحابہؓ نے عمرہ کے ارادہ سے احرام باندھا، اور روانہ ہوئے۔ کفار نے حدیبیہ کے مقام پر روک دیا، ان سے معاہدہ ہوا، جس کی ایک شق یہ تھی کہ مکہ سے مسلمان ہو بھاگ کر آنے والے شخص کو حضور ﷺ اور صحابہؓ اپنے پاس پناہ نہیں دیں گے۔ ابھی اس معاہدہ پر فریقین کے دستخط نہ ہونے پائے تھے کہ اسی دوران حضرت ابو جندلؓ زخمی حالت میں بھاگ کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، مگر حضور ﷺ نے محض مشرکین و کفار سے کیے گئے معاہدے کی پاسداری کی خاطر اپنی بے پناہ رحمت و شفقت کے باوجود ان کو پناہ دینے سے انکار کر دیا۔

حضرت ابو بصیرؓ کی واپسی: چنانچہ اسی وجہ سے جب حضرت ابو بصیرؓ مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ ﷺ نے انہیں بھی پناہ نہ دی۔

ابوحیفہؓ کی اونٹنیاں:

حضور ﷺ نے حضرت ابوحیفہؓ کو تیرہ اونٹنیاں دینے کا وعدہ فرمایا، لیکن ادائیگی سے پہلے آپ ﷺ کا انتقال ہو گیا۔ چنانچہ بعد میں حضرت صدیق اکبرؓ نے اپنے دور خلافت میں حضور ﷺ کے وعدے کا لحاظ رکھتے ہوئے انہیں اونٹنیاں دے دیں۔

نبوت سے پہلے ایفائے عہد کی مثال:

حضرت عکاشہ بن محسنؓ فرماتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کے اعلان نبوت سے پہلے کوئی معاملہ کیا اور میرے ذمہ کچھ رقم کی ادائیگی باقی رہتی تھی، تو میں نے حضور ﷺ سے وعدہ کیا کہ میں ابھی لے کر اسی جگہ پر آتا ہوں اور گھر آ کر واپس جانا بھول گیا، تیسرے دن یاد آیا، چنانچہ جب واپس اسی جگہ پر پہنچا تو دیکھا تو رسول اللہ ﷺ اسی جگہ پر کھڑے میرا انتظار فرما رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے بس اتنا فرمایا کہ تم نے مجھے تکلیف دی۔

### (ج) سچائی

معنی و مفہوم:

سچائی کے لئے عربی زبان میں ”صدق“ کا لفظ استعمال ہوتا ہے کسی خبر یا واقعہ کے حقیقت کے مطابق ہونے کو سچ کہا جاتا ہے۔ سچ بولنے والے کو ”صادق“ اور ہمیشہ اوہر حال میں سچ بولنے والے کو ”صدیق“ کہا جاتا ہے۔

اقسام:

سچ کی تین بنیادی اقسام ہیں (1) زبان کی سچائی (2) دل کی سچائی (3) عمل کی سچائی

سچ کی اہمیت قرآن کی روشنی میں

سب سے سچا کلام:

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کے صادق القول (سب سے سچی بات کہنے والا) ہونے کا ذکر فرمایا ہے مثلاً ارشاد فرماتا ہے۔

ومن اصدق من الله حديثا (النساء: 87) (ترجمہ) اور اللہ سے سچی کس کی بات ہے۔

سنت انبیاء کرام:

تمام انبیاء کرامؑ راست گفتار اور ہمیشہ سچ بولنے والے تھے۔ سچائی کا سرچشمہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، تمام انبیاء کرام علیہم السلام نے وہیں سے سچائی حاصل کی اور دنیا میں پھیلائی۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جابجا ان مقدس ترین ہستیوں کی سچائی کی گواہی دی ہے۔ مثلاً ابراہیمؑ کے بارے میں ارشاد خداوندی ہے۔

واذ كرفي الكتب ابراهيم انه كان صديقا نبيا (مریم: 41) اور کتاب میں ذکر کر ابراہیمؑ کا بے شک وہ سچا تھا، نبی تھا۔

متقین کی تعریف:

قرآن مجید نے پرہیزگاروں کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے۔

والذی جاء بالصدق وصدق به اولئک هم المتقون (القرآن) اور جو شخص سچی بات لے کر آیا اور جس نے اس کی تصدیق کی وہی لوگ متقی ہیں

سیدھی سچی بات کہو:

قرآن مجید اہل ایمان کو ہمیشہ سچ اوصاف بات کہنے کی تلقین کرتا ہے۔

یا ایہا الذین امنوا اتقوا الله وقلوا قولا سديدا (الاحزاب: 70) اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سیدھی بات کیا کرو۔

بچوں کا ساتھ:

اہل ایمان پر لازم ہے کہ خود بھی سچ بولیں اور ہمیشہ سچے لوگوں کا ساتھ دیں۔

یا ایہا الذین امنوا اتقوا الله وكونوا مع الصديقين (التوبہ: 119) اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور ہمیشہ سچے لوگوں کا ساتھ دو۔

روز قیامت سچ کا سب سے بڑا فائدہ:

قرآن مجید تمام انسانوں کے سامنے اعلان کرتا ہے کہ چاہے سچ بول کر دنیا میں کوئی نقصان ہو جائے لیکن آخر کار فائدہ ہو کر رہے گا اور سچ کا سب سے بڑا فائدہ تو اس دن حاصل ہوگا جس دن تمام اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا یعنی روز قیامت۔

هذا يوم ينفع الصادقين صدقهم (المائدة: 119) یہ وہ دن ہے کہ سچ بولنے والوں کو ان کا سچ فائدہ دے گا۔

حدیث مبارک کی روشنی میں

سچائی نجات کا راستہ:

سچ بول کر اگرچہ وقتی نقصان وغیرہ ہو جائے مگر آخر کار اور انجام کے اعتبار سے فائدہ اور کامیابی حاصل ہوتی ہے جبکہ جھوٹ بول کر وقتی طور پر فائدہ ہو جائے لیکن انجام کے اعتبار سے نقصان اور ناکامی ہاتھ آتی ہے۔

الصدق ينجي والكذب يهلك (الحديث) سچ نجات دلاتا ہے اور جھوٹ انسان کو ہلاک کرتا ہے۔

چار بہترین خوبیاں:

(ترجمہ) جب تجھے چار چیزیں حاصل ہو جائیں تو دنیا سے چلا بھی جائے تو تیرا کوئی نقصان نہ ہوگا (وہ چار خوبیاں یہ ہیں) ”امانت کی حفاظت کرنا، سچ بولنا، اچھا اخلاق اور حلال رزق۔

جھوٹ منافق کی نشانی:

منافق کی تین نشانیاں ہیں بات کرے تو جھوٹ بولے، وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرے اور اس کے پاس امانت رکھوائی جائے تو اس میں خیانت کرے۔

سچا امانتدار تاجر:

سچا امانتدار تاجر (روز قیامت) نبیوں، صدیقین اور نیکوکاروں کے ساتھ ہوگا۔ (الحديث)

تجارت میں برکت:

اگر بیچنے والا سچ بولے اور بھلائی کرے تو تجارت میں برکت ڈال دی جاتی ہے (الحديث)

افضل جہاد:

افضل الجهاد كلمة الحق عند سلطان جائر (الحديث) سب سے افضل جہاد ظالم بادشاہ کے سامنے کلمہ حق بیان کرنا ہے۔

سچ کو لازم پکڑنا:

ایک مرتبہ آپ ﷺ نے ایک صحابی کو نصیحت فرماتے ہوئے فرمایا ”تم سچ کو لازم پکڑو“

صادقین میں شمار:

بے شک سچ نیکی کی طرف لے جاتا ہے اور بے شک نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہے اور آدمی سچ بولتا رہتا ہے اور اس کی کوشش میں لگا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ کے صدیق لکھ دیا جاتا ہے۔ اور تم جھوٹ سے بچو بے شک جھوٹ گناہ کی طرف لے جاتا ہے اور گناہ آگ کی طرف لے جاتا ہے اور آدمی جھوٹ بولتا رہتا ہے اور اسی کی کوشش میں لگا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ کے ہاں کذاب لکھ دیا جاتا ہے۔ (حدیث)

مومن جھوٹا نہیں ہوتا:

حضرت صفوانؓ سے روایت ہے کہ کہتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا مومن بزدل ہو سکتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں ”ہم نے پھر عرض کیا،

کیا مومن بخیل ہو سکتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”ہاں“ ہم نے پھر عرض کیا، کیا مومن جھوٹا ہو سکتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”نہیں“

اللہ اور رسول ﷺ کی محبت کا ذریعہ: جو یہ چاہتا ہے کہ اللہ اور رسول ﷺ اس سے محبت کریں تو وہ سچ بولے (الحديث)

بڑی خیانت:

بڑی خیانت یہ کہ تو اپنے بھائی سے ایسی بات کرے، جس میں وہ تجھے سچا سمجھتا ہو حالانکہ تو اس سے جھوٹ بول رہا ہو۔ (حدیث)

برائیوں سے نجات:

ایک شخص نے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ مجھ میں چار بری عادتیں ہیں میں بدکار ہوں، چوری کرتا ہوں، شراب نوشی کا عادی ہوں، اور جھوٹ بولتا ہوں، میں ان میں سے ایک آپ ﷺ کی خاطر چھوڑتا ہوں، فرمائیے کون سے برائی چھوڑوں؟ فرمایا جھوٹ بولنا چھوڑ دے، اس وجہ سے ساری برائیاں خود چھوٹ جائیں گی۔  
عام بول چال میں جھوٹ سے پرہیز کا حکم:

حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ لوگوں نے تعجب کی وجہ سے حضور ﷺ سے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ بھی ہم لوگوں سے ہنسی مزاح کی باتیں کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: بے شک میں حق سچ کے علاوہ کچھ نہیں کہتا۔

بچوں سے جھوٹ بولنے کی ممانعت:

حضرت عبداللہ بن عامرؓ اپنے بچپن کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میری والدہ نے مجھے بلایا اور کہا: میرے پاس آؤ تمہیں یہ چیز دوں۔ حضور ﷺ نے سنا تو فرمایا: کیا تمہارے ہاتھ میں کچھ دینے کے لئے تھا؟ تو انہوں نے عرض کیا: جی میرے ہاتھ میں دینے کے لئے کھجور موجود تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تمہارے ہاتھ میں کچھ نہ ہوتا تو فرشتہ تمہارے نامہ اعمال میں جھوٹ کا گناہ لکھ لیتا ہے۔

### سیرۃ النبی ﷺ

الصادق کا لقب:

آپ ﷺ نبوت سے پہلے بھی ”الصادق“ کے لقب سے مشہور تھے اور پورے عرب معاشرے میں اپنی سچائی کی وجہ سے پہچانے جاتے تھے

ایک شخص کا ایمان لانا:

ایک شخص صرف آپ ﷺ کا چہرہ نور دیکھ کر ہی ایمان لے آیا اور اس نے کہا کہ جب میں حضور ﷺ کے رخ انور کی زیارت کی تو میرے دل نے گواہی دی کہ اس چہرہ کا مالک انسان جھوٹا نہیں ہو سکتا ہے۔

قریش کا آپ ﷺ کی تصدیق کرنا:

حج کا زمانہ قریب آنے پر مشرکین مکہ جن میں تمام بڑے بڑے سردار اور حضور ﷺ کے جانی دشمن مثلاً ابو جہل، عتبہ شیبہ، امیہ بن خلف وغیرہ موجود تھے ایک مشورہ کی مجلس میں موجود تھے اور اس بات کی منصوبہ بندی کر رہے تھے حج کے موقع پر کیسے حضور ﷺ کی دعوت کو بے اثر بنایا جائے تو کسی نے کہا کہ لوگوں سے کہا جائے کہ حضور ﷺ جھوٹ بولتے ہیں، اس پر باقی سب نے اس الزام کو بے اثر کہتے ہوئے اقرار کیا کہ آپ ﷺ نے کبھی بھی جھوٹ نہیں بولا۔ اور ہم ایسا کہہ بھی دیں گے تو لوگ تب بھی انہیں جھوٹا نہیں مانیں گے بلکہ ہماری بات ان پر بے اثر اور بے فائدہ ہو جائے گی۔

اسلام لانے سے قبل ابوسفیان کی گواہی:

اسلام لانے سے قبل ابوسفیان حضور ﷺ کے سخت مخالف تھے اس مخالفت کے باوجود بھی جب قیصر روم کے دربار میں بادشاہ نے حضور ﷺ کے بارے میں ان سے پوچھا کہ یہ بتاؤ کہ کیا کبھی محمد ﷺ نے جھوٹ بولا ہے؟ تو ابوسفیان کو تسلیم کرنا پڑا کہ انہوں نے عمر بھر کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ اس پر قیصر روم نے کہا جو ”جس شخص نے کبھی بندوں سے جھوٹ نہ بولا ہو تو وہ خالق کے بارے میں کیسے جھوٹ بول سکتا ہے“ (کہ مجھے اللہ نے نبی بنا کر بھیجا ہے)

ابو جہل کا اقرار:

ابو جہل حضور ﷺ کا سب سے بڑا دشمن تھا لیکن اسے بھی آخر کہنا پڑا ”اے محمد ﷺ میں تمہاری بات کی تکذیب نہیں کرتا لیکن کیا کروں جو احکامات تم لائے ہو ان پر میرا دل نہیں جمتا“



کوہ صفا پر اعلان نبوت:

حضور ﷺ نے اعلان نبوت فرمانے سے پہلے صفا پہاڑی کے پاس تمام قریش کو جمع کیا اور پوچھا: تم نے مجھے سچا پایا یا جھوٹا؟ تو سب نے جواب دیا: ہم نے آپ کو بار بار دفعہ آزمایا مگر ہم نے آپ میں سچائی کے علاوہ کچھ نہیں پایا۔

سچ کے فوائد و ثمرات:

☆ اللہ تعالیٰ کی رضا کا حصول ☆ سنت الہی اور سنت انبیاء کرام پر عمل ☆ جنت کا حصول ☆ زندگی اور رزق میں برکت ☆ نیک لوگوں میں شمار ☆ دلی سکون ☆ گناہوں سے حفاظت ☆ معاشرے میں عزت ☆ گناہوں سے حفاظت ☆ اصلاح نفس ☆ گناہوں کی معافی ☆ معاشرتی روابط میں بہتری اور ترقی ☆ اعتماد اور بھروسہ میں اضافہ

### (د) عدل و انصاف

معنی و مفہوم:

عدل کے لغوی معنی توازن قائم رکھنا، برابری کرنا، پورا تولنا، دیا نندار نہ فیصلہ وغیرہ کے ہیں۔ اسلامی اور اصطلاحی لحاظ سے انصاف سے کام لینا، حق دار کو اس کا حق دینا، اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ کے تمام بندوں کے ساتھ انصاف کرنا اور ان کے حقوق بغیر کسی جانب داری اور ظلم کے پورے پورے ادا کرنا۔ ایسے فیصلہ کرنا کہ کسی پر ظلم و زیادتی نہ ہو۔ اور یہی عدل و انصاف کا تقاضہ ہے کہ ہر شخص کو اس کا جائز حق با آسانی مل جائے۔ عدل کے مقابلے میں ”ظلم“ کا لفظ بولا جاتا ہے۔ اسلام سے قبل انسانیت کی حالت زار:

عدل و انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ ہر شخص کو اس کا جائز حق با آسانی مل جائے۔ نظام عدل کی موجودگی میں معاشرے کے امور بخیر و خوبی سرانجام پاتے ہیں اور بے انصافی کی وجہ سے معاشرے کا شعبہ مفلوج ہو کر رہ جاتا ہے۔ بعثت نبوی ﷺ سے قبل دنیا عدل و انصاف کے تصور سے خالی ہو چکی تھی، طاقتور ظلم و ستم کو اپنا حق سمجھتے تھے اور کمزور اپنی مظلومیت کو مقدر سمجھ کر برداشت کرنے پر مجبور تھے۔ دین اسلام کے طفیل و ظلم و ستم کا یہ کاروبار بند ہوا اور دنیا عدل و انصاف کے اس اعلیٰ معیار سے آشنا ہوئی جس نے رنگ و نسل اور قوم و وطن کے امتیازات کو مٹا کر رکھ دیا، نا انصافی کی بناء پر انسانوں کے مختلف طبقوں اور گروہوں کے درمیان نفرت کی جو دیوار کھڑی ہو گئی تھی اسلام نے اسے گرا کر انسان کو انسان کے شانہ بشانہ لاکھڑا کیا۔ ظلم و ستم کا یہ کاروبار بند ہوا اور دنیا عدل و انصاف کے اعلیٰ معیار سے آشنا ہوئی جس نے رنگ و نسل اور قوم و وطن کے امتیازات کو مٹا کر رکھ دیا۔ چنانچہ اس طرح لوگوں کے درمیان انس و محبت کا وہ رشتہ استوار ہوا جو انسان کے لیے سرمایہ افتخار ہے۔

### عدل و انصاف کی اہمیت قرآن مجید کی روشنی میں

عدل و احسان کا حکم:

ان الله بامر بالعدل ولا احسان (النحل: 9) بے شک اللہ انصاف اور بھلائی کا حکم دیتا ہے۔  
قل امر ربی بالقسط (الاعراف: 29) کہہ دیجئے میرے رب نے تو مجھے انصاف ہی کا حکم دیا ہے۔

عدل اور تقویٰ:

اعدلوا قرب للنفی (المائدہ: 8) عدل کرو یہ تقویٰ کے زیادہ قریب ہے۔

محبت الہی کا حصول:

واقسطوا ان الله يحب المقسطین (الحجرات: 9) (ترجمہ) انصاف کرو بے شک اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

دشمنی کے باعث انصاف مت چھوڑو:

انسان دشمنی اور ناراضی کے باعث انصاف کے تقاضوں کو فراموش کر کے ظلم و ستم کا راستہ اپناتا ہے قرآن مجید نے دشمنی کے باوجود انصاف کا دامن تھامے رکھنے کا حکم دیا ہے۔ ارشاد باری ہے۔

ولا يجرمكم شنان قوم على الا تعلقوا (المائدة: 8) اور کسی قوم کی دشمنی کے باعث انصاف کو ہرگز مت چھوڑو۔  
عادلانہ گفتگو کا حکم:

اسلام زندگی کے ہر مقام پر، گفتار و کردار کی ہر حالت میں انصاف کا ساتھ دینے کا حامی ہے اور اپنے ماننے والوں کو اسی کی تلقین کرتا ہے۔  
واذا قلتم فاعدلوا (الانعام: 152) اور جب تم بات کہو تو انصاف کی کہو۔

### حدیث مبارک کی روشنی میں

عرش الہی کا سایہ:

اللہ تعالیٰ روز قیامت سات افراد کو اپنے عرش کے سایہ میں جگہ دے گا ان میں سے ایک عدل کرنے والا حکمران بھی ہوگا۔

سلطان عادل اللہ کا سایہ:

السلطان العادل ظل الله على الارض (ترجمہ) عادل بادشاہ زمین پر اللہ کا سایہ ہے (یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ انصاف کرتا ہے، کسی پر ظلم نہیں کرتا اسی طرح عادل بادشاہ بھی اسی سنت الہی کو زندہ کرنے والا ہوتا ہے، اور جس کی وجہ سے زمین پر امن و امان قائم ہو جاتا ہے۔)  
نوباتوں کا حکم:

حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ میرے رب نے مجھے نوباتوں کا حکم دیا ہے جن میں ایک یہ ہے کہ خوشی اور ناراضی ہر حال میں عدل و انصاف کروں۔

نا انصافی قتل و غارت کا سبب:

آپ ﷺ نے فرمایا: جو قوم ناحق فیصلہ کرتی ہے ان میں قتل و غارت عام ہو جاتا ہے۔

ظلم اندھیروں کی شکل میں:

الظلم ظلمات يوم القيمة (الحديث) ظلم روز قیامت اندھیروں کی شکل میں ہوگا۔

### سیرۃ النبی ﷺ کی روشنی میں

فاطمہ نامی عورت کی چوری کا واقعہ:

بنو مخزوم کی بااثر خاندان کی فاطمہ مخدومیہ نامی عورت چوری کی سزا پر سفارش کی درخواست سن کر آپ ﷺ نے فرمایا: تم سے پہلے تو میں بھی اسی وجہ سے برباد ہوئیں کہ ان کے چھوٹوں کی سزا دی جاتی تھی اور بڑوں کو معاف کر دیا جاتا تھا، خدا کی قسم اگر فاطمہ بنت محمد (ﷺ) بھی چوری کرتی تو میں اس کا ہاتھ کاٹ دیتا۔

وفات سے پہلے حضور ﷺ کی وصیت:

آپ ﷺ نے اپنے وصال سے پہلے بیماری کی حالت میں جو اعلان فرمایا اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ خود کو بھی قانون سے بالاتر نہ سمجھتے تھے۔ آپ ﷺ کو خود اپنے بارے میں بھی جوابدہی کی فکر لاحق تھی، فرمایا: ”میرا تم لوگوں کے پاس سے جانے کا وقت آ گیا ہے اس لیے جس کی کمر پر میں نے مارا ہو میری کمر موجود ہے۔ بدلہ لے لے اور جس کی آبرو پر میں نے کوئی آنچ لائی ہو وہ میری آبرو سے بدلہ لے لے، جس کا کوئی مطالبہ مجھ پر ہو وہ مال سے بدلہ لے لے۔“

ظلم کی گواہی سے پرہیز:

ایک مرتبہ ایک شخص نے عرض کیا کہ میں اپنے بیٹے کو ایک (تحفہ) غلام دینا چاہتا ہوں کہ آپ ﷺ اس معاملے کے گواہ بن جائیں، فرمایا: کیا تم نے اس طرح تحفہ تمام باقی تمام بچوں کو بھی دیا ہے، عرض کیا: نہیں، فرمایا: پھر میں ظلم کے کام میں گواہ نہیں بنتا۔

یہودی کے حق میں فیصلہ:

ایک مرتبہ آپ ﷺ کے سامنے ایک یہودی اور مسلمان کا نزاعی معاملہ پیش ہوا، آپ ﷺ نے انصاف کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے یہودی کے حق

میں فیصلہ فرما دیا۔

## جبلہ غسانی کا واقعہ:

جبلہ غسانی سردار ایمان لایا تو ایک مرتبہ طواف کے دوران اس کی عبا پر ایک غریب کا پاؤں آگیا، جبلہ نے غریب کو تھپڑ مار دیا، غریب نے عمرؓ سے شکایت کی، آپؐ نے جبلہ کو بلا کر معافی مانگنے کا حکم دیا، وہ نہ مانا اور بھاگ کر مرتد ہو گیا، اس سب کے باوجود حضرت عمرؓ نے عدل و انصاف کے تقاضوں کو پورا کیا۔  
حضرت علیؓ کی زرہ:

ایک مرتبہ سیدنا حضرت علیؓ کی زرہ گم ہو گئی اور ایک یہودی کے پاس سے ملی، خود خلیفہ وقت ہونے کے باوجود آپؓ نے قاضی شریح کی عدالت سے رجوع کیا: پھر قاضی نے بھی اسلامی عدل و انصاف کے تقاضوں کا مکمل خیال رکھا اور آپؓ سے گواہ مانگے، آپؓ نے اپنے بیٹے اور غلام کی گواہی پیش کی، جس کو قاضی نے قریبی تعلق ہونے کی بنا پر قبول کرنے سے انکار کر دیا، چنانچہ حضرت علیؓ اپنے دعویٰ سے دستبردار ہو گئے۔ عدل و انصاف کی اس مثال نے یہودی کو اتنا متاثر کیا کہ وہ کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔

## فوائد و ثمرات:

☆ اللہ تعالیٰ کی رضا کا حصول	☆ سنت الہی اور سنت انبیاء کرام پر عمل	☆ جنت کا حصول	☆ عذاب سے نجات
☆ زندگی اور رزق میں برکت	☆ نیک لوگوں میں شمار	☆ دلی سکون	☆ معاشرے میں عزت
☆ معاشرتی امن کا قیام	☆ اصلاح نفس	☆ جرائم کا سد باب	☆ معاشرتی روابط میں بہتری و ترقی
☆ اعتماد بھروسے میں اضافہ	☆ طبقاتی کشمکش کا خاتمہ		

## (ر) احترام قانون

### معنی و مفہوم:

معاشرے کی بہتری کے لیے انصاف کی روشنی میں جو اصول و ضوابط مقرر یا ایک جگہ جمع کئے جائیں انہیں قانون کہا جاتا ہے۔

### اسلام اور احترام قانون:

اسلام سے پہلے انسانی معاشرے میں جنگل کا قانون رائج تھا اسلام نے انسانیت کے اس درد کا مداوا کیا۔ انسانوں کو احترام قانون کا درس دیا۔ اس کی تاکید کی اور قانون سازی سے لے کر نفاذ قانون تک ایک جامع اور موثر نظام عطا کیا۔ یوں تو دنیا کا کم عقل سے کم عقل انسان بھی قانون کی ضرورت، اس کی پابندی اور اہمیت کا اعتراف کرے گا۔ لیکن کم لوگ ایسے ہیں جو عملاً قانون کے تقاضے پورے کرتے ہیں۔

عصر حاضر میں دو افراد سے لے کر بین الاقوامی تعلقات تک لوگ ضابطے اور قانون کی پابندی سے گریزاں تھے اور ہیں، اور لا قونیت کے اس رجحان نے دنیا کا امن و سکون غارت کر دیا ہے قانون شکنی اور قانون پر عمل نہ کرنے کی دو بنیادی وجوہ ہیں۔

### قانون شکنی کی بنیادی وجوہات:

قانون کی شکنی کی دو بنیادی وجوہات یہ ہیں (1) مفاد پرستی اور خود غرضی، مثلاً معاشرے کے افراد اپنے ذاتی نفع یا مفاد کی خاطر قانون کو بالائے طاق رکھتے ہوئے کوئی کام کریں جن سے ان کا توفائدہ ہو جائے لیکن مجموعی طور پر معاشرہ کا نقصان ہو۔ (2) خود کو قانون سے بالاتر سمجھنا، تکبر، دولت، اختیار و اقتدار یا کسی بھی وجہ سے اپنے آپ کو قانون سے بالاتر سمجھنا کہ میرے اس کمال یا خوبی کی وجہ سے فلاں قانون مجھ پر لاگو نہیں ہوتا۔

### خدا پرستی اور ایثار و سخاوت کا درس:

اسلام نے ان دونوں وجوہ کا بخوبی تدارک کر کے مسلمانوں کو ہر حالت میں قانون کا پابند رہنے کی تلقین کی ہے اور اس مقصد کے لیے انسانوں کے بنائے ہوئے ضابطہ اخلاق سے ہٹ کر انہیں خدا پرستی اور ایثار و سخاوت کا درس دیا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کی محبت اور احسانات کا تقاضا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے قوانین اور اصول و ضوابط کی پیروی اور پابندی کی جائے۔ اگرچہ بسا اوقات قانون شکنی میں کسی کو اپنا وقتی فائدہ نظر آ رہا ہوگا مگر ایسا کرنا مجموعی طور پر معاشرہ کے لیے نقصان دہ ثابت

ہوگا۔ اور مسلمان تو ایثار کا پیکر ہوتا ہے وہ تو خود کو بھی تکلیف میں رکھ کر دوسروں کو فائدہ پہنچانے کی کوشش کرتا ہے۔ چنانچہ خدا پرستی اور ایثار کا جذبہ انسان میں احترام قانون کا جذبہ پیدا کر دیتے ہیں۔

آخرت میں جوابدہی کا خوف:

دوسری وجہ یعنی خود کو قانون سے بالاتر سمجھنے کا تذکرہ کیا گیا کہ انسان میں آخرت کی جواب دہی کا احساس و شعور پیدا کیا گیا، اسلام انہیں احساس دلاتا ہے کہ وہ اپنے اثر و رسوخ یا دھوکے فریب سے دنیا میں قانون کی خلاف ورزی کی سزا سے بچ بھی گئے تو آخرت میں انہیں خدا کی گرفت سے کوئی نہیں بچا سکے گا۔  
الاکلکم راع و کلکم مسئول عن رعیتہ (الحديث) آگاہ رہو تم میں سے ہر کوئی ذمہ دار ہے اور وہ اپنی ذمہ داری کے بارے میں جوابدہ ہے۔

”احترام قانون“ قرآن مجید کی روشنی میں

احترام قانون کی فرضیت:

دنیا میں امن قائم کرنے اور انسانیت کی فلاح و کامرانی کے لیے اسلام نے انسانوں پر قوانین کی پابندی فرض کی ہے جن میں اللہ تعالیٰ اور حضور ﷺ کے قوانین اور ان کے احکامات کے مطابق حکمرانی کرنے والے حکمرانوں کے قوانین شامل ہیں۔

یا ایہا الذین امنوا اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم (النساء: 59)

اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو، رسول کی اطاعت کرو اور اپنے میں سے حاکموں کی۔

”اللہ تعالیٰ“ کی حدود:

قرآن وحدیث کے ذریعے جو قوانین انسانوں پر عائد کئے گئے وہ اللہ تعالیٰ کی حدود ہیں ان سے آگے بڑھنا اور انہیں توڑنا کسی کے لیے جائز نہیں۔

تلك حدود الله فلا تعتدوها (البقرة: 229) یہ اللہ کی حدود ہیں لہذا تم ان سے آگے مت بڑھو۔

قوانین الہی کو توڑنے پر وعید:

قرآن مجید میں قوانین الہی کو توڑنے پر بہت سے مقامات پر وعید وارد ہے، مثلاً ایسے شخص کو ظالم، فاسق اور کافر کہا گیا ہے۔

ومن یتعد حدود الله فاولئك هم الظالمون (البقرة: 229) جو اللہ کی حدود کو توڑے گا تو ایسے ہی لوگ ظالم ہیں۔

باہمی فیصلوں کا انحصار:

باہمی فیصلوں کا مدار و انحصار ”وحی الہی اور اللہ تعالیٰ کے قوانین“ پر ہے۔

فاحکم بینہم بما انزل اللہ (المائدہ: 38) پس تو ان کے درمیان اللہ کے اتارے ہوئے (قانون) کے مطابق فیصلہ کر۔

احترام قانون ”تقویٰ“ کا حصہ:

اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم ﷺ کے احکامات کی پیروی بندوں پر لازم ہے اور ان احکامات و شعائر کا احترام کرنا دلوں کے تقویٰ کی نشانی ہے۔

”اور جو اللہ کے مقرر کردہ شعائر کا احترام کرے تو یہ دلوں کے تقویٰ میں سے ہے“ (القرآن)

فساد فی الارض کی ممانعت:

قانون شکنی سے زمین میں فساد پھیل جاتا ہے اور معاشرہ انتشار کا شکار ہو جاتا ہے جس سے دنیا و آخرت دونوں کا نقصان ہوتا ہے اس لیے اسلام قانون کی

شکنی سے منع کرتا ہے تاکہ زمین میں فساد برپا نہ ہو۔

ولا تعثوا فی الارض مفسدین (البقرة: 60) اور زمین میں فساد مچاتے ہوئے مت پھرو۔

سب سے بہتر احکام و قوانین:

اسلام میں اقتدار اعلیٰ کا مالک صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہے اسی کے نازل کیے ہوئے قوانین کو دنیا کے تمام قوانین پر فوقیت اور برتری حاصل ہوگی۔ اس

بات کے اقرار کو سچے ایمان والوں کی نشانی قرار دیا گیا ہے۔

جو لوگ اللہ پر یقین رکھتے ہیں ان کے لیے اللہ سے بہتر فیصلہ کرنے والا کوئی نہیں ہے (المائدہ: 50)

”احترام قانون“ حدیث مبارک کی روشنی میں

امیر کی پیروی حضور ﷺ کی پیروی:

”جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی اور جو امیر کی اطاعت کرتا ہے وہ میری اطاعت کرتا ہے اور جو امیر کی نافرمانی کرتا ہے وہ میری نافرمانی کرتا ہے۔“

حاکم وقت کی اطاعت اور اس کی شرائط:

فرمایا: ”لوگو! اللہ سے ڈرو اور گرم پراک کان کٹا حبشی غلام بھی امیر بنا دیا جائے تو اس کی بات سنو اور اطاعت کرو جب تک وہ تمہارے درمیان اللہ تعالیٰ کی کتاب کے مطابق فیصلہ کرے۔“

اللہ تعالیٰ کی جھوٹے حکمران پر ناراضی:

آپ ﷺ نے فرمایا: تین لوگوں سے اللہ تعالیٰ روز قیامت نہ کلام فرمائے گا، نہ انہیں پاک کرے گا اور نہ ان کی طرف دیکھے گا ایک بوڑھا زانی دوسرا جھوٹ بولنے والا بادشاہ اور تیسرا غریب متکبر۔

جو قوانین ماننا جائز نہیں:

قرآن وحدیث کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر ایسا قانون یا بات جس میں اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم ﷺ کی نافرمانی ہوتی ہو اس کو بنانا، نافذ کرنا اور اس پر عمل کرنا کسی دوسرے کو عمل کروانا جائز نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اکرم ﷺ کی کھلی بغاوت اور نافرمانی ہے۔

لا طاعة لمخلوق في معصية الخالق (الحديث) (ترجمہ) مخلوق کی ایسی اطاعت جائز نہیں جس میں خالق کی نافرمانی ہوتی ہو۔

اسوہ رسول اکرم ﷺ اور اسوہ صحابہ

فاطمہ نامی عورت کی چوری کا واقعہ:

ایک مشہور قبیلہ بنو مخزوم کی بااثر خاندان کی فاطمہ نامی عورت کی چوری کی سزا پر سفارش کی درخواست سن کر آپ ﷺ نے فرمایا: ”تم سے پہلی قومیں بھی اسی وجہ سے برباد ہوئیں کہ ان کے چھوٹوں کو سزا دی جاتی تھی اور بڑوں کو معاف کر دیا جاتا تھا، خدا کی قسم اگر فاطمہ بنت محمد ﷺ بھی چوری کرتی تو میں اس کا ہاتھ بھی کاٹ دیتا۔“

وفات سے پہلے حضور ﷺ کی وصیت:

آپ ﷺ نے اپنے وصال پر ملال سے پہلے بیماری کی حالت میں جو اعلان فرمایا اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ خود کو بھی قانون سے بالاتر نہ سمجھتے تھے اور آپ ﷺ کو خود اپنے بارے میں بھی جوابدہی کی فکر لاحق تھی، فرمایا: ”میرا تم لوگوں کے پاس سے جانے کا وقت آ گیا ہے، اس لیے جس کی کمر پر میں نے مارا ہو میری کمر موجود ہے۔ بدلہ لے لے اور جس کی آبرو پر میں نے کوئی آنچ لائی ہو وہ میری آبرو سے بدلہ لے لے جس کا کوئی مطالبہ مجھ پر ہو وہ مال سے بدلہ لے لے۔“

ظلم کی گواہی سے پرہیز:

ایک مرتبہ ایک شخص نے عرض کیا کہ میں اپنے بیٹے کو ایک (تحفہ) غلام دینا چاہتا ہوں کہ آپ ﷺ اس معاملے کے گواہ بن جائیں فرمایا: کیا تم نے اس طرح تحفہ تمام بچوں کو بھی دیا ہے، عرض کیا نہیں فرمایا: پھر میں ظلم کے کام کا گواہ نہیں بنتا۔

یہودی کے حق میں فیصلہ:

ایک مرتبہ آپ ﷺ کے سامنے ایک یہودی اور مسلمان کا جھگڑے کا معاملہ پیش ہوا، آپ ﷺ نے انصاف کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے یہودی کے حق میں فیصلہ فرمادیا۔

حضرت علیؑ کی زہرہ:

ایک مرتبہ سیدنا حضرت علیؑ کی زہرہ گم ہو گئی اور ایک یہودی کے پاس سے ملی خود خلیفہ وقت ہونے کے باوجود آپؑ نے قاضی شریح کی عدالت سے رجوع کیا، پھر قاضی نے بھی اسلامی قوانین کا مکمل خیال رکھا اور آپؑ سے گواہ مانگے۔ آپؑ نے اپنے بیٹے اور غلام کی گواہی پیش کی، جس کو قاضی نے قریبی تعلق ہونے کی بنا پر قبول کرنے سے انکار کر دیا چنانچہ حضرت علیؑ اپنے دعویٰ سے دستبردار ہو گئے، احترام قانون کی اس مثال نے یہودی کو اتنا متاثر کیا کہ وہ کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔

جبلہ غسانی کا واقعہ:

جبلہ غسانی سردار ایمان لایا، ایک مرتبہ طواف کے دوران اس کی عبا پر ایک غریب کا پاؤں آ گیا، جبلہ نے غریب کو تھپڑ مار دیا، غریب نے حضرت عمرؓ سے شکایت کی، آپؓ نے جبلہ کو بلا کر معافی مانگے یا جرمانہ کرنے کا حکم دیا۔ اس نے نہ مانا اور بھاگ کر مرتد ہو گیا، اس کے باوجود حضرت عمرؓ نے قانون کی پاسداری میں کوئی کمی نہ آنے دی۔

قانون شکنی کے نقصانات:

☆ امن و سکون کا خاتمہ ☆ دشمنی کو فروغ ☆ قتل و غارتگری ☆ ظلم و ستم ☆ نا انصافی  
☆ معاشی تیزی و پستی ☆ جانی و مالی نقصانات ☆ طبقاتی کشمکش کا سبب ☆ معاشی و معاشرتی جرائم کی وجہ

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

سوال: کسب حلال پر جامع نوٹ لکھیں۔

معنی و مفہوم:

”کسب“ کے معنی کمانے اور حاصل کرنے کے ہیں اور کسب حلال سے مراد حلال کمانا ہے۔ شرعی اصطلاح میں کسب حلال سے مراد اسلام کے اصول و ضوابط اور شرائط کے مطابق حلال رزق کمانا ہے۔ اس کے مقابلے میں کسب حرام کا لفظ آتا ہے۔

ضرورت و اہمیت:

دین اسلام جو انسانوں کو دنیا و آخرت دونوں کی بھلائیاں اور کامیابیاں عطا کرنا چاہتا ہے انسان کو کسب حلال کی تلقین کی ہے اور کسب حلال کو عبادت کا درجہ عطا کیا ہے چنانچہ جب ایک مسلمان اپنے اوپر واجب شدہ بندوں کے حقوق ادا کرنے کے لیے حرام، بھیک اور قرض سے بچنے کے لیے اور خدمت دین اور محتاجوں کی مدد کے لیے کسب حلال کا راستہ اپناتا ہے تو اسلام اسے دنیا و آخرت میں فلاحی و کامرانی کی بشارت سناتا ہے۔ کسب حلال کی ضرورت و اہمیت اور فضیلت و شرائط درج ذیل عنوانات کی روشنی میں ملاحظہ فرمائیے۔

﴿قرآن مجید کی روشنی میں﴾

قرآن مجید نے اپنے ماننے والوں کو بہت سے مقامات پر حلال کھانے کا حکم دیا ہے اور ظاہر ہے کہ حلال کھانا جب ہی ممکن ہے جب حلال کمائے گا۔ رسولوں کو رزق حلال کھانے کا حکم:

اللہ تعالیٰ نے اپنے مقرب ترین بندوں یعنی حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کو رزق حلال کھانے کا حکم دیا ہے۔

یا ایہا الرسل کلوا من الطیبت و اعملوا صالحا (سورۃ المومنون: 51) (ترجمہ) اے رسولو! پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور نیک کام کرو۔

یہ بات تسلیم شدہ ہے کہ کسی بھی برتن میں جو چیز ڈالی جائے گی وہ اس سے نکلے گی۔ اسی طرح حلال اور پاکیزہ رزق کھایا جائے گا نیک اعمال کی توفیق ہوگی اور انسان نیک کام سرانجام دے گا اور اگر حرام اور ناپاک غذا استعمال کرے گا تو اعمال بھی برے اور غیر مقبول ہوں گے۔

کل انسانیت پر رزق حلال لازم:

تمام انسانیت کو حلال اور پاکیزہ غذا کھانے کا حکم دیا گیا ہے خواہ مسلم ہو یا غیر مسلم۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ كُلُوا مِمَّا فِي الْأَرْضِ حَلَالًا طَيِّبًا وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ (سورة البقرة: 168)  
(ترجمہ) اے لوگو! زمین میں سے حلال پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور شیطان کے راستے پر مت چلو بے شک وہ تمہارا واضح دشمن ہے۔  
اہل ایمان کو رزق حلال کھانے کا حکم:

قرآن مجید نے اگرچہ تمام انسانوں کو حلال کھانے کا حکم دیا ہے لیکن مسلمانوں کو خصوصی طور پر حلال کھانے کا حکم دیا ہے۔ جس سے حلال کھانے کی اہمیت بھی واضح ہوتی ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا مِن الطَّيِّبَاتِ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ وَأَشْكُرُوا لِلَّهِ إِنَّ كُنتُم مِّنْ عَابِدِيهِ (سورة البقرة: 172)  
(ترجمہ) اے ایمان والو! ہمارے عطا کردہ رزق میں سے پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور اللہ کا شکر ادا کرو اگر تم صرف اسی کی عبادت کرتے ہو۔  
اس آیت مبارکہ میں حلال کمانے، کھانے کے ساتھ ساتھ مسلمان کو یہ بھی سمجھایا گیا ہے کہ رزق عطا کرنے والے صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے لہذا انسان کو اسی رب کا شکر ادا کرنا چاہیے اور اس کی عبادت کرنی چاہیے۔  
ادائیگی نماز کے بعد حصول رزق کا حکم:

قرآن مجید نے رزق کو اللہ تعالیٰ کا ”فضل“ قرار دیا ہے اور نماز (حمتہ المبارک) کی ادائیگی کے بعد حصول رزق کی کوشش میں لگنے کا حکم دیا ہے۔  
فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَانْتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِن فَضْلِ اللَّهِ وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ (سورة الجمعة: 10)  
(ترجمہ) لہذا جب نماز ادا کی جا چکی ہو تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل (رزق) حاصل کرنے کی کوشش کرو۔ اور اللہ کو بہت کثرت سے یاد کرو۔ تاکہ تم کامیابی حاصل کر سکو۔

کسب حرام کی ممانعت:  
قرآن مجید نے کسب حرام کو سخت گناہ قرار دے کر اس سے منع کیا ہے حرام طریقوں سے روزی حاصل کرنے کی کوشش کرنے والے کو جہنم کی شدید دھمکی سنائی ہے۔

وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ (سورة البقرة: 188) (ترجمہ) اور تم آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق طریقے سے مت کھاؤ  
چنانچہ قرآن مجید کسی بھی حرام طریقے مثلاً جھوٹ، دھوکہ دہی، دین احکامات میں رد و بدل کر کے یا کسی بھی طریقے سے حرام کھانے والوں کو ان الفاظ میں وعید سناتا ہے۔

أُولَئِكَ مَأْوَاهُمُ النَّارُ وَلَا يَكْلَمُهُمُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابُ أَلِيمٍ (سورة البقرة: 174)  
(ترجمہ) یہی وہ لوگ ہیں جو اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ ڈال رہے ہیں اور اللہ اس سے روز قیامت نہ بات کرے گا اور نہ انہیں پاک کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

حدیث مبارک اور سیرۃ النبی ﷺ کی روشنی میں

قرآن مجید کی طرح حدیث مبارک میں بھی کسب حلال کے بہت سے فضائل و مناقب اور اصول و ضوابط اور کسب حرام کی قباحت اور نقصانات بیان کئے گئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا دوست:

ایک مقام پر حلال روزی کمانے کو اللہ تعالیٰ کا دوست قرار دیا گیا ہے۔

الكَاسِبُ حَبِيبُ اللَّهِ (الحديث) حلال روزی کمانے والا اللہ کا دوست ہے۔

سب سے پاکیزہ کھانا:

حدیث مبارک میں سب سے زیادہ پاکیزہ کھانا اسے قرار دیا گیا ہے جو انسان اپنے ہاتھ سے محنت کرے اور اس ہاتھ کی محنت سے حاصل ہونے والی کمائی کے ذریعے کھانا کھائے۔ اس سے حلال طریقے سے محنت کر کے رزق کھانے کی اہمیت کا پتہ چلتا ہے حدیث مبارک ہے

ان اطیب ما اکل الرجل من کسبه (نسائی: 1353)

کسی انسان نے اپنی ہاتھ کی محنت سے حاصل ہونے والے کھانے سے زیادہ پاکیزہ کھانا نہیں کھایا ہے۔

**کسب حلال ایک اہم فریضہ:**

احادیث مبارکہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حلال کھانا ایک اہم شرعی فریضہ ہے کیونکہ دین اور دنیا کے بہت سے کام اس پر موقوف ہیں لیکن اس کا رتبہ دیگر فرائض مثلاً نماز روزہ زکوٰۃ اور حج و جہاد وغیرہ کے بعد آتا ہے۔ کیونکہ جب ان دیگر فرائض کا وقت اور فرضیت آجائے تو اس وقت حلال کمانے میں لگنا بھی منع ہے۔

طلب کسب الحلال فريضة بعد الفرائض (الحديث) حلال روزی کمانا بھی دیگر فرائض کے بعد ایک فرض ہے۔

**سنت انبیاء کرام:**

رزق حلال کے لیے کوشش کرنا انبیاء کرام علیہم السلام کی سنت ہے قرآن و حدیث کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے مختلف انبیاء کرام علیہم السلام نے مختلف شعبے اور کسب حلال کے ذرائع کو اختیار فرمایا تھا۔ کسی نے بڑھئی کا پیشہ، کسی نے زرہ سازی کا شعبہ تو کسی نے تجارت کا شعبہ اختیار فرمایا تھا۔ جیسا کہ امام احمد نے حدیث و نقل کی ہے ”کان زکریا نجارا“ یعنی حضرت زکریا بڑھئی تھے۔

اسی طرح حضور ﷺ نے اعلان نبوت سے پہلے ”ملک شام“ کی طرف تجارت کی غرض سے سفر فرمایا تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ کسب حلال سنت انبیاء کرام ہے۔

**خلفائے راشدینؓ اور صحابہ کرامؓ کا کسب حلال کرنا:**

حضرت انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد صحابہ کرامؓ کا درجہ آتا ہے تمام صحابہ کرامؓ رزق حلال کا ہی اہتمام فرمایا کرتے تھے اور حرام سے بچتے تھے۔ اس مقصد کے لیے انہوں نے بہت سے حلال ذرائع اختیار فرمائے تھے۔ مثلاً تجارت، کھیتی باڑی، ملازمت وغیرہ چنانچہ حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عثمان غنی، حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ اور بعض دیگر صحابہ کرامؓ بڑے مالدار اور تاجر تھے۔

**رزق حرام جہنم کا راستہ:**

اسلام نے جہاں کسب حلال کو جائز اور لازم قرار دیا ہے وہاں کسب حرام کو بھی سختی سے حرام اور ناجائز قرار دیا ہے۔ اور ہر معاملے میں کسب معاش کے ان تمام غلط طریقوں سے بچنے کی تلقین کی ہے جن سے معاشرے اور فرد کا دنیا یا آخرت کا نقصان ہوتا ہے اور ناجائز ذرائع کے اختیار کرنے کو جہنم کی خبر دی ہے۔ آپ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے۔ حرام رزق پر پلنے والے جسم کو جہنم ہی کا ایندھن بننا چاہیے۔

**رزق حرام سے صدقہ رد ہونا:**

شریعت نے صدقہ و خیرات کی قبولیت کے لیے دیگر شرائط کے ساتھ مال و دولت کا حلال اور پاکیزہ ہونا بھی شرط قرار دیا ہے۔ اگر حرام مال سے صدقہ کیا جائے گا تو وہ قبول نہ ہوگا۔ بلکہ اس سے بھی بڑھ کر شریعت کسی حرام مال پر کوئی مالی عبادت (مثلاً زکوٰۃ، فطرانہ، حج اور قربانی وغیرہ) فرض ہی نہیں کرتی۔

**رزق حرام سے دعاؤں کا رد ہونا:**

حدیث مبارک میں آتا ہے کہ ایک انسان خستہ حالت ہو اس پر سفر کے اثرات ہوں اور وہ رو کر اور پوری عاجزی و انکساری سے دعا مانگ رہا ہو تب بھی اس کی دعا کیسے قبول ہو سکتی ہے جب کہ اس کھانا حرام کا ہو۔ اس کا پینا حرام کا ہو اور لباس حرام کا ہو۔

**روز قیامت پانچ باتوں کا حساب و کتاب:**

حدیث مبارک کے مطابق روز قیامت کسی بھی انسان کے قدم میدان حشر سے اس وقت تک نہ اٹھنے پائیں گے جب وہ پانچ باتوں کا جواب نہ دے لے گا۔ ان باتوں میں یہ بات بھی شامل ہوگی کہ ”مال کیسے کمایا“ اور مال کہاں خرچ کیا؟

**ملاوٹ کی ممانعت:**



اسلام نے ہر اس کام اور ذریعہ معاش سے منع کیا ہے جس سے انسانوں کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو۔ اور نقصان دہ کاموں میں سے ایک کام ملاوٹ کرنا بھی ہے۔ بد قسمتی سے ہمارے معاشرے میں ملاوٹ کرنا معمول بن چکا ہے اور شاید ہی کوئی چیز ہو جس میں دھوکہ بازی سے ملاوٹ نہ کی جاتی ہو۔ شریعت نے ہر اس کام سے منع کیا ہے جس سے بچی جانے والی چیز میں ملاوٹ کا راستہ کھلتا ہو۔ ایک مرتبہ آپ ﷺ نے بھیگی ہوئی اور تازہ اور خشک اناج کی ملاوٹ کو دیکھا تو فرمایا من غش فلیس منا (مسلم: 147) جس نے ملاوٹ کی اس کا ہم سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

**سود خوری اور رشوت ستانی کی ممانعت:**

قرآن وحدیث میں سود خوری اور رشوت ستانی کی بڑی سختی سے مذمت بیان کی گئی ہے اور انسانوں کے ان سے بچنے کی تلقین کی گئی ہے۔ سود اور رشوت کے ذریعے مال ہتھیانے والے کو جہنم، اللہ تعالیٰ کی لعنت، رزق میں بے برکتی اور دماغی اور جسمانی صلاحیتوں کا تباہ ہونے، بدترین گناہ کرنے کی وعیدیں سنائی گئی ہیں اور سود خور کے خلاف اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے جنگ کا اعلان کیا گیا ہے۔

**ناپ تول میں کمی رزق سے محرومی اور عذاب کا سبب:**

ناپ تول میں کمی کرنا اور دھوکہ بازی سے کام لینا جہاں دنیاوی فساد اور آخرت کے عذاب کا سبب ہے وہاں اس جرم کی وجہ سے رزق میں کمی اور تنگی بھی واقع ہو جاتی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔

ولا نقص قوم المکیال و المیزان الا قطع عنهم الرزق (ترجمہ) اور جو قوم ناپ تول میں کمی کرتی ہے انہیں رزق سے محروم کر دیا جاتا ہے

**بھیک مانگنے کی ممانعت اور حرمت:**

اسلام نے کسی کے سامنے ہاتھ پھیلائے اور بھیک مانگنے کی حوصلہ شکنی کی ہے اور اس سے منع کیا ہے۔ ایک حدیث مبارک میں ہے۔

لان یاخذ احمد کم حبلہ فیما محتطب علی ظہرہ خیر لہ من ان بانی ر حلافی سالہ (بخاری: 1355)

(ترجمہ) تم میں سے کسی کا رسی لے کر لکڑیاں اپنی کمر پر لا کر لانا اور بیچنا اس سے بہت بہتر ہے کہ وہ کسی کے پاس جائے اور اس سے سوال کرے (یعنی بھیک مانگے)۔

ایک دوسرے مقام پر فرمایا

(ترجمہ) اللہ نے تم پر ماؤں کی نافرمانی لڑکیوں کا زندہ دفن کرنا، بخل اور گداگری کو حرام فرمایا ہے اور مال ضائع کرنے سے روکا ہے۔

آپ ﷺ نے خود اپنے دست مبارک سے ایک شخص کو کلہاڑی بنا کر دی اور فرمایا کہ جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر بیچو، یہ تمہارے لیے اس بات سے بہت بہتر ہے کہ بھیک

مانگنا تمہارے لیے روز قیامت چہرے کی سیاہی بن جاتے۔ چنانچہ اس شخص نے ایسا ہی کیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کی تنگدستی ختم فرمادی۔

**سٹے بازی (جوا) کی ممانعت:**

حدیث مبارک میں سٹے بازی (جوا) سے سختی سے منع کیا گیا ہے اس کی ممانعت اور حرام ہونے کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ قمار بازی یعنی جوا اکیلنا تو

دور کی بات ہے کسی نے کسی سے اتنا بھی کہا کہ ”آؤ جوا لگاتے ہیں“ تو وہ بھی گناہ گار ہو جائے گا۔ اور اسے چاہیے کہ اپنے گناہ سے توبہ بھی کرے اور اللہ تعالیٰ کے راستے

میں کوئی مالی صدقہ و خیرات بھی کرے تاکہ اس کا یہ گناہ معاف ہو سکے۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے۔

”جس نے اپنے بھائی“ (یعنی کسی بھی انسان) سے کہا کہ آؤ جوا کھیلتے ہیں، تو اسے چاہیے کہ صدقہ کرے۔

**مال حرام سے بچنے کے طریقے:**

اسلام نے انسان کو حرام ذرائع سے بچنے کے ہمیشہ راستے بتائے ہیں مثلاً حلال رزق کے لئے محنت اور ہمت سے کام لینا۔ اعلیٰ معیار زندگی کا ڈھونگ رچانے کی بجائے

سادگی، کفایت شعاری، سادگی، میانہ روی اور قناعت پسندی کے اصولوں پر عمل کرنے کی تلقین کی ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

سوال: ایثار کا معنی و مفہوم بیان کریں نیز قرآن وحدیث اور اسلامی تاریخ کی روشنی میں ایثار کی ضرورت و اہمیت اور فوائد پر روشنی ڈالیں۔

معنی و مفہوم:

ایثار کے لغوی معنی ”ترجیح دینا“ کے ہیں۔

اصطلاحی مفہوم:

انسان کو کسی چیز کی خود ضرورت ہو لیکن اس کے باوجود یہ محسوس کرے کہ دوسرے انسان کو ضرورت ہے۔ وہ چیز دوسرے پر قربان کر دینا اور خود مشکل اور تکلیف برداشت کر لینا ایثار کہلاتا ہے۔

ضرورت و اہمیت:

دنیا پرستی انسان کو خود غرضی اور مفاد پرستی سکھاتی ہے اور خدا پرستی اس میں جذبہ و ایثار پیدا کرتی ہے۔ وہ خود تکلیف اٹھا کر خلق خدا کو راحت و آرام پہنچاتا ہے اس کا عمل خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں شرف قبولیت پائے اور دینی اور آخروی نعمتوں کے حصول کا سبب بنے گا۔

اہل ایمان کی تعریف:

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ایثار پیشہ اہل ایمان کے ایثار سے خوش ہو کر قرآن مجید میں ان کی تعریف و توصیف کی ہے جس سے جہاں ان اہل ایمان صحابہ کرام کا مرتبہ ایثار و قربانی واضح ہوتا ہے۔ وہاں اللہ تعالیٰ کے دربار میں ایثار کی فضیلت و اہمیت بھی سمجھ آتی ہے۔

و یو ثرون علی انفسہم ولو کان بہم خصاصة (سورۃ الحشر: 9) (ترجمہ) اور وہ دوسروں کو اپنے اوپر مقدم رکھتے اگرچہ خود فاقہ سے ہوں۔

کامل نیکی:

قرآن مجید کی تعلیمات کے مطابق انسان کو نیکی میں کمال اور حقیقی اجر و ثواب اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنی پسندیدہ چیز اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ نہ کرے اور یہ سعادت جذبہ ایثار سے ہی حاصل کی جاسکتی ہے۔

لن تنالو البر حنی تنفقوا مما تحبون وما تنفقوا من شئی فان اللہ بہ علیم (آل عمران: 92)

(ترجمہ) تم ہرگز نیکی میں کمال حاصل نہیں کر سکتے جب تک کہ تم وہ چیز نہ خرچ کرو کہ جسے تم پسند کرتے ہو، اور تم کوئی چیز بھی خرچ کرو گے تو اسے جاننے والا ہے۔

فلاح یافتہ لوگ:

ایثار و سخاوت نہ صرف دنیوی زندگی میں رحمت الہی کے حصول کا ذریعہ ہے بلکہ آخرت میں بھی کامیابی حاصل کرنے کا راستہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے ہی اہل ایمان کے لیے بشارت دی ہے کہ وہی لوگ فلاح و کامرانی حاصل کرنے والے ہیں۔

ومن یوق شح نفسه فاولئک ہم المفلحون (سورۃ الحشر: 9) (ترجمہ) اور جو نفس کے بخل سے بچ گیا تو وہ لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

کسی کی تکلیف دور کرنے کی فضیلت:

کسی کی تکلیف دور کرنا اور ان کے دکھ درد میں کام آنا ایثار کا وہ مقام ہے جو دنیا و آخرت کی سعادتیں سمیٹے ہوئے ہے اللہ تعالیٰ ایسے انسان کی ایثار و سخاوت اور انسانی ہمدردی کی قدر اس دن بھی کرے گا جس دن وہ اللہ تعالیٰ کے رحم و کرم اور مدد و نصرت کا سب سے زیادہ محتاج ہوگا۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

من کان فی حاجۃ اخیه کان اللہ فی حاجتہ (الحديث)

(ترجمہ) جو شخص اپنے بھائی کی ضرورت پوری کرنے میں لگا رہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی ضروریات پوری کرنا رہتا ہے۔

جنت کا حصول:

ایثار و سخاوت اور دوسروں کے کام آنا جنت کے حصول کا ذریعہ ہے، حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

”جس نے میری امت کے کسی شخص کی حاجت پوری کی اس نیت سے کہ وہ اپنی حاجت پوری ہونے سے خوش ہو جائے تو اس نے مجھے خوش کیا اور جس نے مجھے خوش کیا اس نے اللہ کو خوش کیا اور جس نے اللہ کو خوش کیا اللہ نے اسے جنت میں داخل کر دیا۔“

تہتر انعامات اور مغفرتیں ملنے کی بشارت:

حضرت ان روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے کسی غمزدہ شخص کی فریاد پوری اللہ اس کے لیے بہتر بخششیں لکھ دے گا۔ ایک تو ان میں سے دنیا ہی ملے گی (یعنی اس کے سارے کام سنور جائیں گے اور باقی بہتر اس کے لیے قیامت کے دن درجے بڑھنے کے ذریعے ہوں گے)

## تاریخ اسلام سے ایثار کی مثالیں

### گوشت کی تقسیم کا واقعہ:

ایک مرتبہ آپ ﷺ نے تقسیم کی غرض سے گوشت گھر بھیجا جب گھر تشریف لائے تو ازواج مطہراتؓ نے عرض کیا کہ ”اچھا گوشت تقسیم ہو گیا ہے اور ادنیٰ گوشت باقی رہ گیا ہے“ آپ ﷺ نے فرمایا: ”درحقیقت جو چلا گیا ہے وہ باقی رہ گیا ہے (یعنی اس کا اجر و ثواب باقی رہنے والا ہے) اور جو رہ گیا ہے وہ چلا گیا ہے (یعنی اس کا فائدہ صرف اس کو کھالینا ہی ہے)“

### خلفائے راشدینؓ کا ایثار:

☆ رومیوں کے خلاف غزوہ تبوک کے موقع پر مسلمان فوج کے ساز و سامان کے لیے مسلمانوں سے مالی اعانت کی گئی تو ابو بکر صدیقؓ نے گھر کا سارا سامان پیش کر دیا۔  
☆ سیدنا عمر فاروقؓ نے غزوہ تبوک کے موقع پر اپنی آدھی جائیداد اور سامان پیش کر دیا۔

☆ ایک دفعہ عثمانؓ نے خط کے زمانے میں غلے سے لدے ہوئے تین سوانٹ دو گنے چو گنے منافع کی پیش کش کرتے ہوئے خریدے اور بلا معاوضہ تقسیم کر دیے۔

☆ ایک مرتبہ حضرت علیؓ نے روزے کی حالت میں کھانا مانگنے والے کو دے دیا اور خود صرف پانی کے ساتھ روزہ افطار کیا

### مہمان نوازی کی انمول مثال:

ایک مرتبہ ایک سائل آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے، آپ ﷺ کے دولت کدہ پر پانی کے سوا کچھ نہ تھا حسب معمول ایک انصاری صحابی حضرت ابو طلحہؓ نے اس مہمان کو اپنے ساتھ گھر لے گئے بیوی سے پوچھا تو جواب ملا کہ کھانا صرف بچوں کے لیے ہے۔ صحابیؓ نے فرمایا کہ بچوں کو بہلا کر سلا دو اور کھانا شروع کرتے وقت کسی بہانے سے چراغ بجھا دو تاکہ مہمان کو اندازہ نہ ہو سکے کہ ہم کھانے میں شریک نہیں۔ ایسا ہی کیا گیا۔ مہمان نے شکم سیر ہو کر کھانا کھایا اور انصاری صحابی کا پورا گھر انہیں بھوکا سو یا رہا۔ صبح جب یہ صحابی نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ تمہارے رات کے حسن سلوک سے بہت خوش ہوا۔  
جنگ یرموک کی لازوال مثال:

جنگ یرموک کے اختتام پر تین صحابی حارثؓ، عکرمہؓ اور عیاشؓ زخمی حالت میں کراہ رہے تھے۔ حضرت حارثؓ نے پانی مانگا، پیالہ قریب کیا گیا تو عکرمہؓ کے کراہنے کی آواز آئی، حارثؓ نے فرمایا کہ پہلے انہیں پانی پلا دیجئے چنانچہ عکرمہؓ تک پانی کا پیالہ لے جایا گیا وہ پینے لگے تو اتنے میں عیاشؓ کی کراہنے اور پانی مانگنے کی آواز آئی چنانچہ انہوں نے بھی پہلے عیاشؓ کو پہلے پانی پلانے کو کہا۔ ان کے پاس پانی لے جایا گیا تو پہلے ہی جام شہادت نوش فرما گئے، پانی عکرمہؓ تک لایا گیا تو وہ شہید ہو چکے تھے اور جب پانی حارثؓ کے پاس لایا گیا تو وہ بھی اپنے خالق حقیقی سے جا ملے تھے۔ اور یوں تاریخ عالم میں حضور ﷺ کے تربیت یافتہ افراد کے لازوال ایثار کی عظیم داستان رقم ہو گئی۔

### ہجرت کے موقع پر انصار صحابہ کرامؓ کا ایثار:

ہجرت کے موقع پر انصار مدینہ نے مہاجرین مکہ کے ساتھ حسن سلوک کے سلسلے میں جس ایثار و قربانی کا ثبوت دیا اور جس طرح اپنی آدھی جائیداد تک اپنی مہاجرین بھائیوں کے لیے وقف کر دینے کی کوشش کی اس کی مثال بھی تاریخ عالم میں کہیں بھی نہیں ملتی۔

### ایثار کے فوائد و ثمرات:

ایثار کے انسانی زندگی پر بہت گہرے اور مفید اثرات مرتبہ ہوئے ہیں۔ مثلاً

☆ اللہ تعالیٰ کی رضا	☆ رحمت اور مدد کا حصول	☆ جنت کا حصول	☆ مال و دولت میں برکت و اضافہ
☆ باہمی تعلقات میں بہتری	☆ طبقاتی کشمکش کا خاتمہ	☆ جرائم کا انسداد	☆ آفات اور مصیبتوں سے حفاظت

☆ لالچ دنیا سے اجتناب ☆ باہمی ہمدردی کا جذبہ پیدا ہونا ☆ اتحاد و امت اور اسلامی اخوت کا سبب  
☆ اختلافات اور ناراضیوں کا خاتمہ ☆ خاندانی نظام کا استحکام ☆ خوشحال معاشرے کی تشکیل  
☆ غربت و افلاس کا خاتمہ ☆ ملکی و قومی ترقی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

## رزائل اخلاق

معنی و مفہوم:

”رزائل“ رزیلہ کی جمع ہے، جس کے معنی بری بات یا چیز کے ہیں اور اخلاق حلق کی جمع ہے جس کے معنی عادت کے ہیں لہذا رزائل اخلاق یا اخلاق رزیلہ سے مراد ”بری اور ناپسندیدہ عادات و صفات اور طور طریقے“ ہیں۔

جس طرح اخلاق حسنہ کی ایک طویل فہرست ہے جن کو اپنا آدمی دنیا و آخرت میں سرخرو ہو سکتا ہے اسی طرح کچھ ایسے اخلاق رزیلہ ہیں جن کو اختیار کرنے کے بعد انسان حیوانی درجے میں جا گرتا ہے اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم ہو جاتا ہے۔ مسلمانوں کی یہ تعلیم دی گئی ہے کہ وہ اخلاق فاضلہ سے آراستہ ہوں اور اخلاق رزیلہ سے بچیں جو انسان کی شخصیت کو داغ دار کر دیتے ہیں اور اسے ہر قسم کی نیکی اور بھلائی سے محروم کر دیتے ہیں۔ قرآن و حدیث میں ان اخلاق رزیلہ کی فہرست اور ان کی مذمت اور نقصانات اور دنیا و آخرت کی سزا کو بیان کر کے انسان کو ان سے بچنے کی تاکید کی ہے۔

عن ابن عمرؓ لرسول اللہ ﷺ ای الناس افضل قال کل محموم القلب صدوق النسان قالو صدوق اللسان نعرفه فما محموم القلب قال هو الثقی الثقی الاثم علیہ ولا بغی ولا غل ولا حسد

(ترجمہ) حضور ﷺ سے عرض کیا گیا کہ سب سے افضل مسلمان کون ہے؟ فرمایا: محموم القلب اور ہمیشہ سچ بولنے والا شخص صحابہ نے عرض کیا سچ بولنے کا مطلب تو سمجھ میں آگیا مگر محموم القلب سے کیا مراد ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ انسان صاف شفاف دل والا اور پرہیزگار ہو جس کے ذمہ گناہ نہ ہو جو دوسروں پر زیادتی نہ کرے جو کینہ، خیانت اور حسد سے پاک ہو۔

سوال: جھوٹ سے کیا مراد ہے؟ قرآن و حدیث کی روشنی میں جھوٹ کی مذمت اور نقصانات بیان کریں

معنی و مفہوم:

جھوٹ نہ صرف یہ کہ بجائے خود ایک برائی ہے بلکہ دیگر بہت سی اخلاقی بیماریوں کا سبب بھی بنتا ہے شریعت کی اصطلاح میں جھوٹ سے مراد ہر ایسی بات اور کام ہے جو حقیقت اور واقعہ کے خلاف ہو۔ عربی زبان میں جھوٹ کے لیے ”کذب“ کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے جھوٹ بولنے والے کو ”کاذب“ اور زیادہ جھوٹ بولنے والے کو ”کذاب“ کہا جاتا ہے۔

جھوٹ کی اقسام:

قرآن و حدیث سے جھوٹ کی تین بنیادی اقسام معلوم ہوتی ہیں۔

- (1) کذب قولی یا لسانی یعنی زبان کا جھوٹ: اس سے مراد وہ زبان سے جھوٹ بولنا مثلاً کوئی کام کیا ہوا اور کہنا نہیں کیا۔ یا کوئی کام نہ کیا ہوا اور کہنا کہ کیا ہے۔
- (2) کذب قلبی یعنی دل کا جھوٹ: اس سے مراد دل کا جھوٹ ہے، کذب قلبی ہر قسم کے غلط، باطل عقائد و نظریات اور منفی جذبات اور سوچ پر بولا جاتا ہے۔
- (3) کذب عملی یا فعلی یعنی عمل کا جھوٹ: اس سے مراد عمل کا جھوٹ ہے جھوٹ کا تعلق محض زبان سے نہیں بلکہ بہت سے دوسرے ناپسندیدہ اعمال بھی جھوٹ کی تعریف میں آتے ہیں، مثلاً غلط طریقے سے کسی کا مال ہتھیانا، کم تولنا، غرور کرنا، منافقت سے کام لینا، ظلم کرنا، ریا کاری اور دکھلاوے سے کام لینا وغیرہ۔

جھوٹ کی مذمت قرآن مجید کی روشنی میں

قرآن مجید نے جھوٹ بولنے کی سختی سے مذمت کی ہے چند اہم آیات مبارکہ درج ذیل ہے۔

راہ ہدایت سے محرومی:

ان الله لا يهدي منى هو كاذب كفار (سورة الزمر: 3) (ترجمہ) یقیناً اللہ جھوٹے اور حق نہ ماننے والے کو ہدایت نہیں دیتا۔

جھوٹوں پر اللہ کی لعنت:

فجعل لعنة الله على الكاذبين (سورة آل عمران: 61) (ترجمہ) پس ہم جھوٹوں پر اللہ کی لعنت بھیجیں۔

جھوٹ سے بچنے کا حکم:

وجتنیو قول الزور (سورة والمصحح 30) (ترجمہ) اور تم جھوٹی بات سے بچو۔

منافقین جھوٹے ہیں:

والله بشهد ان الما فقیین لکا ذبون (سورة المنافقون: 1)

(ترجمہ) اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ بے شک منافقین ہی جھوٹے ہیں۔

عذاب دردناک کی سبب:

ولهم عذاب الیم بما کانو یکذبون (سورة البقرة: 10)

(ترجمہ) اور ان (منافقین) کے لیے دردناک عذاب ہے، اس لیے کہ وہ جھوٹ بولتے ہیں۔

جھوٹ کی مذمت حدیث کی روشنی میں

منافق کی نشانیاں:

ایت المنافق ثلاث اذا حدث کذب و اذا وعد ا خلف و اذا آو تمن خان (الحديث)

(ترجمہ) منافق کی تین نشانیاں ہیں جب بات کرے تو جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرے اور جب اس کے پاس امانت رکھوائی جائے تو

اس میں خیانت کرے۔

جھوٹ ہلاکت کا ذریعہ:

الصدق ینحی و الکذب یهلک (الحديث)

(ترجمہ) سچ انسان کو نجات دلاتا ہے اور جھوٹ اسے ہلاکت میں ڈالتا ہے۔

مومن جھوٹا نہیں ہو سکتا:

ایک شخص نے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ مسلمان کنجوس ہو سکتا ہے؟ فرمایا: ہاں پھر عرض کیا: کیا مومن بزدل ہو سکتا ہے؟ فرمایا: ہاں، پھر عرض کیا مومن جھوٹا ہو

سکتا ہے؟ فرمایا نہیں۔

فرشتوں کی نفرت اور دوری کا سبب:

حضرت عبداللہ عریض سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اذا کذب العبد تباعد عنه الملک میلا من تن ما جاء به (ترجمہ) جب آدمی جھوٹ بولتا ہے فرشتہ

اس سے میل بھر دور بھاگ جاتا ہے کیونکہ اس کے اس فعل سے ایک بد بولکتی ہے جو اس سے برداشت نہیں ہوتی۔

جھوٹوں سے بچنے کا حکم:

حضرت جابر بن سمرہؓ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ان بین یدی الساعۃ کذا بین فاحذر وہم (ترجمہ) قیامت کے قریب جھوٹے

لوگ پیدا ہوں گے ان سے بچتے رہنا۔

جھوٹے شخص کی بات ماننے کی ممانعت:

جھوٹا شخص معاشرے میں ذلت و خواری کا شکار ہو جاتا ہے اور اس کی کسی بات کا اعتبار نہیں رہتا۔ اس لیے قرآن مجید نے جھوٹے انسان کی بات ماننے سے منع کیا ہے اور بغیر تحقیق کے اس کی بات ماننے سے اجتناب کا حکم دیا ہے۔

فلا تطع المكذبين (سورة القلم: 8) (ترجمہ) پس آپ جھوٹ بولنے والوں کی بات مت مانیں۔

دوزخ کا راستہ:

آپ نے فرمایا ”جب بندہ جھوٹ بولے گا تو گناہ کا کام کریگا، جب گناہ کے کام کرے گا تو کفر کرتا چلا جائے گا اور یہ کفر اسے جہنم میں لے جائے گا“

جھوٹے کی نشانی:

ارشاد نبوی ﷺ ہے ”کسی شخص کے جھوٹا ہونے کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ ہر سنی سنائی بات کو بغیر تصدیق و تحقیق کے آگے پھیلا دے۔“

بڑی خیانت:

”بڑی خیانت یہ ہے کہ تو اپنے بھائی سے ایسی بات کرے جس میں وہ تجھے سچا سمجھتا ہو حالانکہ تو اس سے جھوٹ بول رہا ہو۔“

عام بول چال میں جھوٹ کی ممانعت:

ایک مرتبہ ایک خاتون نے نبی کریم ﷺ کی موجودگی میں بچے کو کوئی چیز دینے کا وعدہ کر کے اپنے پاس بلایا تو آپ ﷺ نے فرمایا: کیا واقعتاً تمہارے ہاتھ میں اس کے دینے کے لیے کچھ تھا؟ عراض کیا: جی! یہ کھجور تھی۔ فرمایا: اگر تمہارے ہاتھ میں کچھ نہ ہوتا تو فرشتے تمہارے نامہ اعمال میں جھوٹ کا گناہ لکھ چکے ہوتے۔

مذاق میں جھوٹ بولنا:

اس شخص کے لیے ہلاکت ہے کہ جو لوگوں کے ہنسانے کے لیے جھوٹی بات کرتا ہے اس کے لیے ہلاکت ہے اس کے لیے ہلاکت ہے۔

جھوٹ کن صورتوں میں جائز ہے؟

حضرت اسماءؓ روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لا یحل الکذب الا فی ثلاث کذب الرجل امرته لیرضیہا و الکذب فی الحرب و الکذب لیصلح بین الناس (ترجمہ) جھوٹ بولنا جائز نہیں مگر تین موقع پر، مرد کو اپنی بیوی کو منانے اور راضی کرنے کے لیے، لڑائی کے وقت اور آدمیوں کے درمیان صلح کرانے کے لیے۔

جھوٹ کے مہلک نقصانات:

☆ ہدایت سے محرومی ☆ اعتماد کا اٹھ جانا ☆ معاشرے میں ذلت و رسوائی ☆ بے سکونی و چینی ☆ بزدلی اور کمزوری ☆ رحمت الہی سے محرومی ☆ منافقت کا سبب ☆ دردناک عذاب کا باعث ☆ گناہوں کا ارتکاب ☆ تعلقات میں بگاڑ۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

سوال: غیبت سے کیا مراد ہے؟ نیز غیبت اور بہتان میں فرق واضح کرتے ہوئے اس کے نقصانات تفصیلاً بیان کریں

معنی و مفہوم:

غیبت کا لفظ ”غاب یغیب“ سے بنا ہے جس کے معنی غائب ہونا کے ہیں۔ شریعت میں غیبت سخت ترین گناہ ہے جس کے معنی ہیں کسی کی غیر موجودگی میں اس کی ایسی برائی بیان کرنا جو واقعاً اس میں موجود ہو۔ اور اگر اس کے سامنے کی جائے تو اسے بری لگے۔

غیبت اور اتہام (بہتان، تہمت لگانا) میں فرق:

سیدنا حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: تم جانتے ہو کہ غیبت کیا ہے لوگوں نے کہا: اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں۔ فرمایا: اپنے بھائی کے بارے میں ایسی بات کہنا جسے وہ ناپسند کرتا ہے کسی نے کہا کہ اگر وہ برائی جو بیان کی گئی ہو وہ واقعاً میرے بھائی میں موجود ہو (تو کیا پھر بھی غیبت ہوگی؟)

فرمایا اگر اس میں وہ برائی موجود ہے جو تو کہہ رہا ہے تو تو نے اس کی غیبت کی اور اگر اس میں وہ بات موجود نہیں ہے جو تو کہہ رہا ہے تو تو نے اس پر بہتان لگایا۔  
غیبت کی ممانعت:

قرآن وحدیث میں غیبت کی سختی سے ممانعت کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اس گناہ سے بچنے کی تلقین کرتے ہوئے فرماتا ہے۔

ولا یغتب بعضکم بعضا یحب احدکم ان یا کل لحکم اخیہ میتا فکرہتموہ (سورة الاححرات: 12)

(ترجمہ) اور کوئی کسی کی پیٹھ پیچھے برانہ کہے، کیا تم میں سے کوئی اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے، تم تو اسے ناپسندیدہ کرتے ہو۔

مردہ بھائی کے گوشت کھانے سے تمثیل کی وجہ:

غیبت کے لیے مردہ بھائی کا گوشت کھانے کی تمثیل انتہائی بلیغ ہے۔ کیونکہ جس شخص کی غیبت کی جاتی ہے وہ اپنی مدافعت یعنی اپنا دفاع اور حفاظت نہیں کر سکتا اس طرح اس تمثیل کی ایک وجہ یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ جس طرح فوت شدہ بھائی کا گوشت کھانا بہت برا عمل ہے اسی طرح کی غیبت کرنا بھی بہت برا فعل ہے۔

چغل خور کی اطاعت کی ممانعت:

قرآن مجید نے غیبت اور چغل خوری کرنے والے کی بات ماننے سے منع فرمایا ہے۔ اور اس کی وجہ بھی ظاہر ہے کہ اگر اس کی باتوں کا مان لیا جائے تو معاشرے میں فساد اور انتشار پھیل جائے گا اور لوگوں میں دشمنیاں پیدا ہو جائیں گی۔

ولا تطع کل خلاف مہین مہماز مشاء بنیم (سورة القلم: 10, 11)

(ترجمہ) اور آپ کسی قسمیں اٹھانے والے، قدر نہ کرنے والے کا کہا نہ مانیں، جو کہ طعنے دیتا ہے اور چغل خوری کرتا ہے۔

نقل اتارنے اور تحقیر آمیز مذاق کی ممانعت:

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو معاشرتی آداب کی تعلیم دی ہے اور ہر ایسے مذاق، اشارے، کنائے، نقل اتارنے، جملے، لقب اور بات سے منع فرمایا ہے جس سے کسی انسان کی عزت نفس پامال ہوتی ہو یا کسی کو تکلیف ہوتی ہو۔ اور ان کاموں سے اجتناب نہ کرنے والوں کو ظلم کرنے والے قرار دیا ہے۔

یا ایہا الذین لا یسخر قوم من قوم عسی ان یکونوا خیر امنہم ولا نساء من نساء عسی ان یکن خیر امنہن ولا تلمزوا

انفسکم ولا تنابزو ابالا لقاب بئس لاسم الفسوق بعد الایمان و من لم یتب فاولئک ہم الظالمون (سورة الاححرات: 11)

(ترجمہ) اے ایمان والو! کوئی گروہ کسی گروہ کا مذاق نہ اڑائے، عین ممکن ہے کہ جس کا مذاق اڑایا جا رہا ہے وہ دوسروں سے بہتر ہو، اور نہ ہی عورتیں دوسری عورتوں کا مذاق اڑائیں۔ شاید کہ وہ ان سے بہتر ہوں۔ اور اپنے آپ کو انرازم مت دو اور برے ناموں سے مت پکارو ایمان لانے کے بعد ایسا کرنا بہت ہی برا فعل ہے اور جس نے توبہ نہ کی تو وہی لوگ ظلم کرنے والے ہیں۔

بدگمانی سے اجتناب کا حکم:

بدگمانی یعنی دوسروں کے بارے میں برا گمان رکھنا غیبت کا اہم سبب ہے، اسلام نے اس سبب سے ہی انسانوں کو منع فرمایا ہے قرآن مجید کی تاکید ہے۔

یا ایہا الذین امنوا اجتنبوا کثیر امن الظن ان بعض الظن اثم ولا تجسسوا (سورة الاححرات: 12)

(ترجمہ) اے ایمان والو! بہت گمان کرنے سے بچو، کیونکہ بعض خیالات گناہ ہوتے ہیں اور ایک دوسرے کی خامیاں تلاش کرنے میں مت لگو۔

جنت سے محرومی:

غیبت اور چغلی کرنے والا معاشرے میں گناہوں، انتشار، بدامنی، نفرت اور دیگر بے شمار نافرمانیوں کو پھیلانے کا ذریعہ بنتا ہے اس طرح وہ بے حساب گناہوں کا ارتکاب کرتا چلا جاتا ہے اور آخر کار غیبت کا گناہ اسے جہنم میں گرا دیتا ہے۔

حضرت حذیفہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لا یدخل الجنة قتاب (ترجمہ) چغل خور جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

بدکاری سے بدتر گناہ:

حضور ﷺ نے فرمایا: الغيبة اشد من الزنا (ترجمہ) غیبت زنا سے بڑھ کر ہے، لوگوں نے کہا یا رسول غیبت زنا سے کیسے بڑھ کر ہے؟ فرمایا آدمی سے زنا سرزد ہو جائے اور وہ توبہ کرے تو اللہ سے بخش دیتا ہے لیکن غیبت کرنے والا بخشا نہیں جاتا جب تک وہ شخص معاف نہ کرے جس کی اس نے غیبت کی ہے۔ غیبت کی وجہ سے نماز اور روزہ لوٹانے کا حکم:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ روایت فرماتے ہیں کہ وہ آدمی ظہر یا عصر کی جماعت میں شریک ہوئے اور دونوں روزے سے بھی تھے جب رسول اللہ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ ﷺ نے ان دونوں کو مخاطب کر کے فرمایا: جاؤ دوبارہ وضو کرو اور نماز پھر سے پڑھو، روزہ پوالتو کرو لیکن اس کو پھر کسی دن دوبارہ رکھنا، ان دونوں نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ کیوں؟ فرمایا: اغتبتتم فلا تأتم نے فلاں شخص کی غیبت کی ہے۔ غیبت کرنے والوں کو عذاب:

حضرت انؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب مجھے میرا رب معراج میں لے گیا تو میں ایک ایسی قوم کے پاس سے گزرا کہ ان کے ناخن پیتل کے تھے وہ اپنے چہروں اور سینوں کو ان سے نوچ رہے تھے، میں نے جبرائیل سے پوچھا یہ کون لوگ ہیں انہوں نے بتایا کہ ”هؤلاء الذين ياكلون لحوم الناس ويقعون في اعراضهم“ یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں کا گوشت کھاتے تھے (یعنی غیبت کرتے تھے) اور ان کی آبرو کے پیچھے پڑے رہتے تھے۔ ایک مرتبہ حضور ﷺ کا دو قبروں سے گزر ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان قبروں کے مردوں کو عذاب ہو رہا ہے اور پھر فرمایا کہ ایک کے عذاب کی وجہ غیبت کرنا ہے اور دوسرے کے عذاب کی وجہ پیشاب کی چھینٹوں سے نہ بچنا ہے۔ غیبت کا کفارہ:

حضرت انسؓ حضور ﷺ کا فرمان مبارک نقل فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ان من كفارة الغيبة انتعفر لمن اغتيته يقول اللهم اغفر لنا وله (ترجمہ) غیبت کے وبال سے چھٹکارا پانے کی صورت یہ ہے کہ جس کی تو نے غیبت کی ہے اس کے لیے مغفرت کی دعا کر اور یوں کہہ کہ اے اللہ ہمیں بخش دے اور اسے بھی بخش دے۔

چغل خوری اور دل کا بغض:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میرے پاس بیٹھنے والوں کو چاہئے کہ مجھ سے کسی کے بارے میں کچھ نہ کہا کریں، کیونکہ میں چاہتا ہوں کہ جب تم سے ملنے کے لیے گھر سے نکلوں تو میرا سینہ صاف ہو۔ غیبت کی تردید:

حضرت انسؓ حضور ﷺ کا فرمان مبارک نقل فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اگر کسی کے سامنے اس کے کسی مسلمان بھائی کو پیٹھ پیچھے برا کہا جائے اور اس کی حمایت کرنے کی طاقت ہو اور وہ اس کی حمایت کرے تو اللہ دنیا اور آخرت میں اس کی مدد کرے گا لیکن اگر اس نے حمایت کی طاقت رکھنے کے باوجود بھی اس کی حمایت نہ کی تو اللہ اسے اس کی سزا میں دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی پکڑے گا۔“ غیبت سے روکنے کی فضیلت:

حضرت اسماءؓ روایت کرتی ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ”من ذب عن لحم ابيه بالمدعية كان حقا على الله ان يعنقه من النار“ (ترجمہ) جس شخص نے اپنے بھائی کی غیر حاضری میں اس کا گوشت کھانے سے لوگوں کو روک دیا تو یقیناً اللہ اسے آگ سے نجات دے گا۔

غیبت کے جواز کی صورتیں:

شریعت اسلامی میں غیبت صرف دو صورتوں میں جائز قرار دی گئی ہے۔ (1) ایک مظلوم کی ظالم کے خلاف فریاد کی شکل میں یعنی اگر کسی شخص پر ظلم ہوا ہو تو وہ انصاف لینے کی غرض سے کسی کے سامنے اپنے اوپر ہونے والے ظلم کو بیان کرے تو یہ غیبت میں شامل نہیں ہوگا۔ (2) دوسروں کو کسی فریب کار کے فریب کاری سے آگاہ کرنے کے لیے۔ اسی طرح دیگر علماء مثلاً امام نوویؒ نے غیبت کے جائز ہونے کی مزید صورتیں بھی بیان فرمائی ہیں، مثلاً کسی ایسے شخص کے پاس کسی کی برائی



بیان کرنا جو اسے روک سکتا ہو اور اس کی اصلاح کر سکتا ہو

اعلانہ اور کھلم کھلا بدعت کا ارتکاب کرنے والے کی صرف انہی برائیوں کا ذکر کرنا۔ اگر کوئی اپنے کسی عیب سے مشہور ہو گیا ہو اور اس کا تعارف کروانے کے اس کا عیب بیان کرنا ضروری ہو جبکہ اس کا استہزاء کرنے کی نیت نہ ہو۔

**غیبت کے دینی و اخروی نقصانات:**

غیبت سے باہمی نفرت کو ہوا ملتی ہے ☆ دشمنی کے جذبات بھڑکتے ہیں / غیبت کے مرض میں مبتلا شخص خود کو عموماً خامیوں سے پاک تصور کرنے لگتا ہے ☆ جس کی غیبت کی جائے وہ اپنے عیب کے مشہور ہو جانے کے باعث اور ڈھیٹ ہو جاتا ہے ☆ غیبت سے معاشرتی سکون برباد ہو جاتا ہے ☆ غیبت کرنے سے نیک اعمال ضائع ہو جاتے ہیں ☆ غیبت اللہ تعالیٰ کی رحمت اور مدد سے محروم کرنے کا سبب ہے ☆ غیبت کرنے والا معاشرے میں ذلیل و رسوا ہو جاتا ہے ☆ غیبت دنیا و آخرت میں عذاب کا باعث ہے ☆ جرائم کی کثرت

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

**سوال: منافقت سے کیا مراد ہے؟ منافق کی اقسام بیان کریں، نیز اس کے دنیاوی اور آخروی نقصانات بیان کریں۔**

معنی و مفہوم:

منافقت اسلام کی نگاہ میں انتہائی بری عادت اور اخلاقی بیماری ہے۔ منافقت کا لفظ ”نفاق“ سے بنا ہے اس لفظ کا مادہ ”ن ف ق یثق“ ہے۔ منافقت کا لفظ دور خے طرز عمل اور طریقہ کار پر بولا جاتا ہے اور ایسا انسان جس کا ظاہر و باطن ایک ساتھ ہو منافق کہلاتا ہے۔

منافق کی اقسام:

علمائے اسلام نے منافقت کے اعتبار سے منافق کی دو اقسام بیان کی ہیں۔

(1) اعتقادی منافق:

اعتقادی منافق سے مراد وہ منافق ہے جو دل سے اسلام کی صداقت و حقانیت کا قائل نہیں۔ لیکن کسی مفاد یا لالچ، شرارت، اور نقصان پہنچانے کی بنا پر اسلام کا لبادہ اوڑھ کر مسلمانوں اور اسلام دونوں کو نقصان پہنچاتا ہے۔ اعتقادی منافق کافروں سے بدتر ہے اور ایسے منافقین کے لیے جہنم کے سب سے سخت ترین عذاب کی وعید سنائی گئی ہے۔

(2) عملی منافق:

عملی منافق سے مراد وہ منافق ہے جس کے عمل میں منافقت ہو اگرچہ یہ خلوص نیت سے اسلام قبول کرتا ہے لیکن بعض بشری کمزوریوں کی وجہ سے اسلام کے عملی احکام پر چلنے میں تساہل یا کوتاہی (سستی و غفلت) کرتا ہے۔ یہ صاحب ایمان تو ضرور ہے لیکن اس کی تعلیم و تربیت ابھی ناقص ہے جو اسے کسی تعلیم و تربیت کرنے والوں کے فیضان نظر یا صحت نشینی سے حاصل ہو سکتی ہے۔

عملی منافق کی نشانیاں:

ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ نے منافق کی پہچان بتاتے ہوئے ارشاد فرمایا:

ایب المنافق ثلاث اذا حدث کذب واذا وعد اخلف واذا او تمن خان (الحديث)

(ترجمہ) منافق کی تین نشانیاں ہیں جب بات کرے تو جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرے اور جب اس کے پاس امانت رکھوائی جائے تو اس میں خیانت کرے۔

جبکہ دوسری حدیث میں یہ مضمون زائد ہے جس میں چار چیزیں ہوں وہ پکا (خالص) منافق ہے اور جس میں ایک عادت ہو اس میں نفاق کی ایک عادت ہے حتیٰ کہ اسے چھوڑ دے..... جب جھگڑا کرے تو بدزبانی کرے۔

منافقت کا پس منظر:

حضور ﷺ کی مدینہ منورہ ہجرت سے پہلے مدینہ کے دو بڑے قبائل ”اوس“ اور ”خزرج“ کے درمیان صلح اور امن ہونے کے قریب تھا اور دونوں قبائل، ”عبداللہ بن ارج“ نامی شخص کی سرداری پر متفق ہونے والے تھے اسی اثناء میں انصار کے اسلام قبول کرنے کے بعد حضور ﷺ نے مدینہ منورہ ہجرت فرمائی۔ اس طرح اس شخص کی سرداری خاک میں مل گئی۔ اس نے دل میں حضور ﷺ اور مسلمانوں کی دشمنی اور بغض پیدا کر لی۔ اور اس نے بظاہر اسلام قبول کر لیا اور دل سے کافر اور دشمن ہی رہا۔ اس نے اندرونی اور خفیہ طور پر بہت سی سازشیں کر کے حضور ﷺ، اسلام اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کی کوششیں کیں۔ یہی شخص حضور ﷺ کی ذہنی و جسمانی تکلیف کا سبب بنا۔ اس نے کوشش کر کے کچھ اور لوگوں کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا۔ اسی لیے اسے ”رئیس المنافقین“ کہا جاتا ہے۔ یہ سب لوگ ”اعتقادی منافق“ تھے۔ منافقین کے مقاصد اور چالیں:

قرآن وحدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اعتقادی منافقین کے بظاہر اسلام کا لبادہ اوڑھنے کے بہت سے مقاصد تھے اور ہر لمحہ انہی مذموم مقاصد کا حاصل کرنے کی کوشش میں لگے رہتے تھے ان کے بڑے مقاصد یہ تھے

- ☆ حضور ﷺ، اسلام اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانا۔
- ☆ دین داری کے پردے میں مسلمانوں کو باہم لڑوانا۔
- ☆ نئے اسلام لانے والوں مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کرنا۔
- ☆ مشرکین اور یہود و نصاریٰ کو مسلمانوں کے خلاف لڑنے پر ابھارنا۔
- ☆ دشمنان اسلام تک مسلمانوں کے رازوں اور خفیہ باتوں کو پہنچانا۔
- ☆ مسلمانوں کے دلوں میں حضور ﷺ اور اسلام کے بارے میں شہادت اور وسوسے پیدا کرنا۔
- ☆ لوگوں کو مسلمان ہونے سے روکنا۔
- ☆ مسلمانوں کو فریضہ جہاز سے دور کرنے کی کوشش کرنا وغیرہ۔

انہی مقاصد کے لیے انہوں نے مدینے میں مسجد نبوی ﷺ کے مقابلے میں ”مسجد ضرار“ تعمیر کی تھی۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے حکم سے نبی اکرم ﷺ نے اس مسجد کو مسمار کر کے ان کی سازش کو ناکام بنا دیا۔ منافقین جھوٹے ہیں:

منافقین اپنے مقاصد حاصل کرنے کے لیے ہر طرح کے دھوکے، فریب اور جھوٹ کا راستہ اختیار کرتے تھے اور اس طرز عمل کو اپنی سمجھداری، اور عقلمندی سمجھتے تھے۔ وہ حضور ﷺ کے پاس آ کر اپنے ایمان والے ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے کہ منافقین ہی جھوٹے ہیں اور وہ بظاہر اسلام کا نام تو لیتے ہیں لیکن ان کے دلوں میں کفر کے سوا کچھ نہیں ہے۔

والہ یشہد ان المنافقین لکاذبون (سورۃ المنافقون: 1)

(ترجمہ) اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ بلاشبہ منافق لوگ جھوٹے ہیں۔

منافقین پر سختی کرنے کا حکم:

منافقین اپنے آپ کو مسلمان اظہر کرتے ہوئے مسلمانوں کے درمیان رہتے، اور انہیں نقصان پہنچانے اور فساد پھیلانے کے لیے کوشاں رہتے تھے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی اکرم ﷺ کو ان کے شر اور فتنے سے بچانے کیلئے ان پر سختی کرنے اور ان کے خلاف جہاد کرنے کا حکم دیا۔

یا ایہا النبی جاهد الکفار والمنافقین واعلظ علیہم وما واهم جہنم وئس المصیر (سورۃ التحریم: 9)

(ترجمہ) اے نبی! کافروں اور منافقوں سے جہاد کیجئے اور ان پر سختی کیجئے اور ان کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ تو بہت ہی برا ٹھکانہ ہے۔

منافقین کے لیے دعائے مغفرت کی ممانعت:

حضور ﷺ ازراہ شفقت و احسان اور اخلاق کریمانہ کے تحت منافقین کو مسلمانوں سے جدا نہ فرماتے تھے۔ اگر کوئی منافق مرجاتا تو اس کا جنازہ بھی پڑھتے، لیکن اللہ تعالیٰ نے ایسا کرنے سے منع فرمایا دیا۔ اور حکم دیا کہ آپ ﷺ آئندہ کسی منافق کا جنازہ نہیں پڑھائیں گے اور نہ اس کے لیے مغفرت کی دعا کریں گے۔ اور اگر ان کے لیے دعائے مغفرت کریں گے بھی اور ایک بار نہیں ستر بار بھی کریں تو تب بھی اللہ ان کی بخشش نہیں کرے گا۔

منافقین کے اعمال ضائع ہونا:

منافقین حضور ﷺ اور مسلمانوں کو دکھانے کے لیے نیک اعمال مثلاً نماز کی ادائیگی وغیرہ کرتے تھے کلمہ پڑھتے تھے لیکن دل میں کفر رکھتے تھے اللہ تعالیٰ نے دنیا میں ہی اعلان فرمادیا ہے کہ ان کے تمام نیک اعمال ضائع کر دیئے جائیں گے جیسے کوئی شدید بیماری ایک صحت مند انسان کو قبر میں پہنچانے کا ذریعہ بن جاتی ہے اسی طرح ان کی منافقت دنیا و آخرت میں ان کے ایک اعمال ضائع ہونے کا ذریعہ ثابت ہو گئی ہے۔

اولئك حبطت اعمالهم في الدنيا والاخرة و اولئك هم المحاسيرون (سورة التوبة: 69)

(ترجمہ) یہ وہ لوگ ہیں جن کے اعمال دنیا و آخرت میں ضائع ہو چکے ہیں اور یہی لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں۔

منافقین اللہ سے دور:

منافقین دنیا کی لالچ دھوکہ بازی، جھوٹ، گناہوں، اسلام اور اہل اسلام کی دشمنی، اللہ تعالیٰ کی ناراضی اور عذاب کے قریب ہیں اور اللہ تعالیٰ کے تعلق رحمت، سعادت، نیکی، اخلاص وغیرہ سے دور ہیں۔

نسو الله فسيبهم ان المنافقين هم الفاسقون (سورة التوبة: 67)

(ترجمہ) وہ (منافقین) اللہ کو بھول چکے ہیں پس اللہ نے بھی انہیں بھلا دیا ہے (یعنی ان سے نظر رحمت اٹھالی ہے) بے شک منافقین ہی گناہ گار لوگ ہیں۔

منافقین کا ٹھکانہ:

منافقین کے اپنی بد اعمالیوں کی وجہ سے ان کا ٹھکانہ جہنم قرار دیا گیا ہے۔ اور انہیں اللہ تعالیٰ کی لعنت کا سزاوار قرار دیا گیا ہے۔

وعد الله المنافقين والمنافقات والكفار نار جهنم خالدين فيها هي حسبهم ولعهم الله ولهم عذاب مقيم (سورة التوبة: 6)

(ترجمہ) اللہ نے منافق مردوں اور منافق عورتوں اور کافروں سے جہنم کیا گ کا وعدہ کر رکھا ہے جو اس میں ہمیشہ رہیں گے وہ ان کے لیے کافی ہے اور اللہ

نے ان پر لعنت کی ہے اور ان کے لیے ہمیشہ رہنے والا عذاب ہے۔

سخت ترین عذاب جہنم کے حقدار:

منافقین نے ہر دور اور زمانے میں اسلام اور اہل اسلام کو نقصان سب سے زیادہ پہنچایا ہے۔ اسی لیے قرآن وحدیث کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ منافقین

کو صرف جہنم کا عذاب نہیں بلکہ سخت ترین عذاب دیا جائے گا۔

ان المنافقين في الدرك الاسفل من النار ولن تجد لهم نصير (سورة النساء: 146)

(ترجمہ) یقیناً منافقین جہنم کے سب سے نچلے (تکلیف دہ) حصے میں ہوں گے اور انہیں ہرگز کوئی مددگار نہیں ملے گا۔

منافقت کے نقصانات:

منافقت کے بے شمار نقصانات بیان کیے گئے ہیں جن میں سے چند ایک یہ ہیں۔

☆ اللہ تعالیٰ کی ناراضی اور عذاب کا سبب ☆ دنیا و آخرت کی ذلت و خواری ☆ نیک اعمال ضائع ہونا، معاشرے میں بد امنی ☆ اور انتشار پھیلانا ☆ باہمی اعتماد کا ختم

ہونا ☆ گناہوں کا فروغ ☆ دلی بے سکونی کا ذریعہ ☆ معاشی و معاشرتی جرائم کی کثرت ☆ اللہ تعالیٰ کی لعنت کا باعث ☆ لڑائی جھگڑے کا پھیلنا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

سوال: تکبر سے کیا مراد ہے؟ اس کی مذمت اور نقصانات بیان کریں۔

معنی و مفہوم:

تکبر کا لفظ ”کبر“ سے بنا ہے اردو میں اس کے بڑائی کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ یعنی خود کو دوسروں سے بڑا، برتر، اعلیٰ اور افضل سمجھنا، دوسروں کو اپنے سے کمتر اور حقیر سمجھنا اور اس بنا پر حق اور سچ بات کو نہ ماننا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ ایک آدمی چاہتا ہے کہ اس کے کپڑے اچھے ہوں اور اس کے جموتے اچھے ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ان اللہ تعالیٰ جمیل و محب الجمال یعنی بے شک اللہ اچھا ہے اور اچھائی کو پسند فرماتا ہے: الکبر بطر الحق و غمط الناس ”یعنی تکبر تو حق کی طرف سے منہ موڑتے اور دوسرے لوگوں کو حقیر سمجھنے کو کہتے ہیں“۔

حضور ﷺ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: الکبرياء ردانی والعظمة ازاری (ترجمہ) تکبر میری چادر ہے اور عظمت میرا لباس ہے جس کسی نے ان میں سے کسی ایک کے بارے میں بھی میرا مقابلہ کیا تو میں نے اسے آگ میں پھینک دیا۔

سب سے پہلا تکبر:

قرآن مجید کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مخلوقات میں سب سے پہلے شیطان نے تکبر کیا اور حضرت آدمؑ کو سجدہ کرنے سے انکار کر دیا۔

فسجدوا لا ابلیس لم یکن من الساجدين (سورة الاعراف: 11)

(ترجمہ) پس تمام (فرشتوں) نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے، کہ وہ سجدہ کرنے والوں میں سے نہیں تھا۔

کہا کہ میں آدمؑ سے افضل ہوں اس لیے ان کو سجدہ نہیں کروں گا۔

قال مامنعک الا تسجد اذا امر نک قال انا خیر منه خلقتنی من نار وحلفته من طین (سورة الاعراف: 12)

(ترجمہ) (اللہ نے) فرمایا کہ جب میں نے تجھے سجدہ کرنے کا حکم دیا تو تجھے کسی چیز نے سجدہ کرنے سے روکا ہے (ابلیس نے) کہا میں اس (آدمؑ) سے

بہتر ہوں (کیونکہ) تو مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اور اسے مٹی سے پیدا کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں فرمایا تھا۔

قال فاهبط منها فما یكون لک ان تکبر فیہا فاحرج انک من الصاغرين (سورة الاعراف: 13)

(ترجمہ) (اللہ تعالیٰ نے) فرمایا تو اتر یہاں سے تو اس لائق نہیں کہ یہاں تکبر کرے پس باہر نکل جا، تو ذلیل ہے۔

متکبر انسان کا ٹھکانہ:

اللہ تعالیٰ کے فرمان کے مطابق متکبر انسانوں کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

الیس فی جہنم مثوی للمتکبرین (سورة الزمر: 60)

یعنی جس کے دل میں رائی کے برابر بھی تکبر ہوگا وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

ایمان اور تکبر جمع نہیں ہو سکتے:

آپ ﷺ نے فرمایا: ”کوئی شخص آگ میں نہ داخل ہوگا، جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہوگا اور کوئی ایسا شخص جنت میں نہ داخل ہوگا

جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی اپنی بڑائی کا خیال ہوگا۔“

سرکشوں اور نافرمانوں میں شمار:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ آدمی اپنے آپ کو بڑھاتا چڑھاتا رہتا ہے یہاں تک کہ اس کا نام سرکشوں میں لکھا جاتا ہے پھر اس پر وہی مصیبت نال ہوتی

ہے۔ جوان پر ہوئی

برے کی نشانی:

والفاجز حب لیکم (ترجمہ) اور گناہ گار شخص چالاک، تنگ دل اور بد مزاج (متکبر) ہوتا ہے۔

دوسروں کو حقیر سمجھنے کی ممانعت:

المسلم اخو المسلم ولا یحد له ولا یحقره یحسب امری من الشران یحفر احاه

مسلمان مسلمان کا بھائی ہے وہ اسے رسوا نہ کرے اسے حقیر نہ سمجھے کسی انسان کے برا ہونے کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ اپنے بھائی کو حقیر سمجھے۔

متکبروں کا دردناک انجام:

آپ ﷺ نے فرمایا: اپنے آپ کو بڑا سمجھنے والے لوگ قیامت کے دن بظاہر تو آدمیوں کی شکل میں اٹھیں گے لیکن ان کے بد چونیوں کی طرح چھوٹے چھوٹے ہوں گے جہاں جائیں گے ذلت کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا انہیں کھینچتے ہوئے دوزخ کے ایک قید خانے کی طرف لے جائیں گے جس کا نام ”ونس“ یعنی مایوسی کی جگہ ہے ان کو آگوں کی آگ اوپر سے ڈھانک لے گی، پینے کو پانی کے بدلے دوزخیوں کے بدن سے بہتے ہوئے خون اور پیپ کالی، سڑی ہوئی دی جائے گی جس کو کچڑ کی طرح ملیں گے۔

عاجزی واکساری اپنانے کا حکم:

حضور ﷺ نے فرمایا: (ترجمہ) بے شک اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی کی ہے تم سب تواضع (عاجزی) اختیار کرو حتیٰ کہ کوئی کسی پر فخر نہ کرے۔

تواضع اور تکبر کا اثر:

حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے منبر پر وعظ فرماتے ہوئے کہا: لوگو تواضع اختیار کرو، کیونکہ میں رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے اللہ کے لیے تواضع اختیار کی اللہ اس کو بلند کر دیتا ہے سو وہ اپنے نزدیک تو چھوٹا ہوتا ہے لیکن لوگوں کی نگاہ میں بڑا ہوتا ہے اور جس سے تکبر کیا اللہ اسے پست کر دیتا ہے چنانچہ لوگوں کی نگاہ میں حقیر ہو جاتا گو اپنے دل میں بڑا بنتا ہے یہاں تک لوگ اسے کتے اور سور سے بھی زیادہ ذلیل سمجھتے ہیں۔

غرور و تکبر سے بچنے کے طریقے:

- ☆ ہر نعمت اور خوبی کو ذاتی کمال سمجھنے کی بجائے اللہ تعالیٰ کی عطا ماننا۔
- ☆ سلام کرنے میں پہل کرنا
- ☆ یہ یقین رکھنا کہ جس مالک نے تمام نعمتیں عطا کی ہیں وہ نعمت چھین لینے پر بھی قادر ہے۔
- ☆ ہر نعمت پر اللہ تعالیٰ کا شکر گزار بننا۔
- ☆ نعمتوں اور خوبیوں پر غرور کرنے والوں سے کنارہ کشی اختیار کر کے نیک لوگوں کی صحبت اختیار کرنا۔
- ☆ تکبر کے انجام پر نظر رکھنا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

سوال: ”حسد ایک مہلک اخلاقی بیماری ہے“ تفصیلاً بیان کریں۔

معنی و مفہوم:

حسد کا لفظ ”حسد“ سے بنا ہے جس کے معنی جلنا، کڑھنا، دل میں تنگی محسوس کرنا، دل میں کسی کے بارے میں برے اور منفی جذبات رکھنے کے ہیں۔

اصطلاحی مفہوم:

اصطلاحی طور پر حسد سے مراد وہ اخلاقی بیماری ہے جس میں مبتلا شخص دوسروں کی خوشی نعمت، راحت یا خوشحالی کو دیکھ کر خوش ہونے کے بجائے دل ہی دل میں جلنا اور کڑھنا شروع کر دیتا ہے اور یہ تمنا کرتا ہے اور اس کی کوشش کرتا ہے کہ وہ نعمت یا خوشی اس شخص سے چھین کر اس کو مل جائے، یا کم از کم اس شخص کو نہیں مل سکتی تو اس شخص کے پاس بھی نہ رہے۔ ایسا شخص کبھی قانع نہیں ہوتا وہ ہمیشہ دوسروں کی حالت بگاڑنے میں ہی لگا رہتا ہے۔ چنانچہ اس حسد کی بیماری کی وجہ سے وہ شخص دوسری بہت سے اخلاقی بیماریوں میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

### حسد اور رشک میں فرق:

حسد میں بنیادی طور پر کسی دوسرے کی نعمت چھین جانے کا جذبہ ہوتا ہے جبکہ رشک میں کسی دوسرے سے نعمت چھیننے کا جذبہ نہیں ہوتا بلکہ اس جیسی نعمت ملنے کی تمنا ہوتی ہے اور اس کے لیے جائز طریقے سے محنت کی جاتی ہے ایسا شخص دعا کرتا ہے کہ یا اللہ جیسی نعمت فلاں شخص کو ملی ہے ایسی نعمت مجھے بھی عطا فرما دے۔

### رشک دو افراد میں جائز:

حدیث مبارک میں ہے کہ رشک دو افراد میں جائز ہے، ایک ایسے مالدار شخص کے بارے میں جو خوب اللہ تعالیٰ کے راستے میں مال خرچ کرتا ہو (اور اپنی آخرت بہتر کرنے میں لگا ہو) اور دوسرا ایسا صاحب علم جو خوب لوگوں کو دین کا علم سکھاتا ہو اور لوگ اس پر عمل کرتے ہوں (اس طرح یہ بھی اپنی آخرت سنوارتا ہو) چنانچہ ان دو کے بارے میں رشک کرنا جائز ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ نیکی اور بھلائی کے کام میں رشک کرنا جائز ہے جن کاموں سے آخرت کا فائدہ ہو جبکہ دنیاوی چیزوں اور ضروریات میں شریعتنے مقابلے کے بجائے حلال اور جائز کوشش کے بعد اپنی تقدیر پر راضی رہنے کی ترغیب دی ہے۔

### دنیاوی چیزوں میں مقابلے کی ممانعت:

لاتنافسوا (الحديث) دنیا کی باتوں میں ایک دوسرے سے بڑھنے کی کوشش نہ کرو۔

### اجتماعی فلاح کے معنی:

دین اسلام تمام مخلوقات کو اللہ تعالیٰ کی تخلیق قرار دیتا ہے اور معاشرے کے جملہ افراد کو معزز افراد اور دنیا و آخرت کے اعتبار سے خوشحال دیکھنا چاہتا ہے اور کسی بھی مخلوق کو ناحق نقصان پہنچانے کی اجازت نہیں دیتا۔ حدیث مبارک ہے کہ ”الخلق عيال اللہ فاحب الخلق الی اللہ من احسن الی عیالہ“ (ترجمہ) تمام مخلوقات اللہ تعالیٰ کا کنبہ ہے اور لہذا اللہ تعالیٰ کے نزدیک مخلوق میں سب سے زیادہ پسندیدہ وہ ہے جو مخلوق کے حق میں سب سے بہتر ہے۔ جبکہ حاسد انسان معاشرے کے تمام یا مخصوص افراد کو نقصان پہنچا کر ہی خوش رہتا ہے۔

### حاسد کی فطرت:

کا والحدان یغلب القدر (الحديث) یعنی اگر تقدیر کو کوئی چیز بدل سکتی تو وہ حسد ہوتا اس حدیث مبارک میں تقدیر کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہونے کا اعلان ہے وہاں حسد کرنے والے کے مزاج اور سوچ کو بھی بیان کیا گیا ہے حاسد شخص دراصل تقدیر کے فیصلوں کو بدلنا چاہتا ہے جو کسی کے بس کی بات نہیں۔

### حسد تقدیر الہی کا انکار:

حسد کرنے والا دراصل اللہ تعالیٰ کے فیصلے پر اعتراض کرنے کے مترادف ہے کیونکہ جس کسی بھی جائز طریقے سے جو نعمت خوشی اور کمال ملا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور عطا سے ملا ہے اور اس عطا اور فضل الہی سے جلنا یا ناخوش ہونا درحقیقت اللہ تعالیٰ کے فیصلے اور تقدیر سے جلنے اور ناخوش ہونے کی مانند ہے قرآن مجید اس حقیقت کو ان الفاظ میں بیان کرتا ہے:

ام یحسدون الناس علی ما اتھم اللہ من فضلہ (النساء: 54) (ترجمہ) پھر کیا دوسروں سے اس لیے حسد کرتے ہیں کہ اللہ نے انہیں اپنے فضل سے عطا کیا۔

### سابقہ امتوں میں حسد کی بیماری:

حسد کی بیماری جو تم سے پہلی امتوں میں موجود تھی تمہارے اندر ریگیتی ہوئی گھس آئی ہے تاریخ انسانی بتاتی ہے کہ سب سے پہلے شیطان نے انسان سے حسد کیا اور حسد کی بنیاد پر انسان کی دشمنی کی ٹھان لی۔ جبکہ تاریخ انسانی میں حضرت آدمؑ کی اولاد میں قانبل کے حسد کا تذکرہ ملتا ہے جو اس کو اپنے بھائی ہابیل کے بارے میں تھا جو بالآخر اپنے بھائی کی قتل پر اختتام پذیر ہوا۔

### دشمنان اسلام کی دشمنی کی وجہ:

قرآن مجید بیان کرتا ہے کہ ایمان و اسلام کی دولت سے محروم اہل ایمان سے دشمنی رکھتی ہیں اور اس کی وجہ وہ ”حسد ہے جو انہیں اہل ایمان سے ہے بہت سے اہل کتاب اپنے دلی حسد کی وجہ سے یہ چاہتے ہیں کہ تمہیں تمہارے ایمان کے بعد دوبارہ کفر کی طرف لے جائیں۔“

حاسد کے شر سے پناہ:

قرآن مجید میں مسلمانوں کو حاسد کے شر سے بچنے کے دعا تلقین کی گئی ہے ومن شر حاسدا اذا حسد (ترجمہ) اور (میں پناہ مانگتا ہوں) حسد کرنے والے کے شر سے جب وہ حسد کرے۔

نیک اعمال کا ضائع ہونا:

حسد ایسی اخلاقی بیماری ہے جس کے نتیجے میں اور بہت سی ان گنت اخلاقی بیماریاں جنم لیتی ہیں۔ مثلاً حسد میں مبتلا شخص دوسروں کی غیبت کرتا ہے ان پر الزامات عائد کرتا ہے بدکلامی، بدگمانی اور بدزبانی کرتا ہے۔ تکبر میں مبتلا ہو جاتا ہے دنیا کی لالچ اس کے دل میں بھر جاتی ہے اور آخرت کو بھول جاتا ہے۔ جس کے نتیجے میں دوسروں پر ظلم روا رکھنے پر بھی تیار ہو جاتا ہے چنانچہ ان اسباب کی وجہ سے وہ خود اپنی نیکیوں کو ضائع کر ڈالتا ہے حدیث مبارک میں اس بات کو ان الفاظ میں یوں بیان کیا گیا ہے:

ایاکم والحسد فان الحسد یاکل الحسنات کما تاكل النار الحطب  
(ترجمہ) دیکھو! حسد سے بچو کیونکہ حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جیسے آگ خشک لکڑی کو۔

نیک اعمال کا ضائع ہونا:

ولا تحاسدوا (ترجمہ) آپس میں حسد مت کرو۔

افضل انسان کی صفات:

(ترجمہ) حضور ﷺ سے کیا گیا کہ سب سے افضل مسلمان کون ہے؟ فرمایا: محمود القلب اور ہمیشہ سچ بولنے والا شخص صحابہ نے عرض کیا سچ بولنے والے کا مطلب تو سمجھ میں آ گیا مگر ”محمود القلب“ سے کیا مراد ہے؟ آپس نے فرمایا، وہ انسان صاف شفاف دل والا اور پرہیزگار ہو، جس کے ذمہ گناہ نہ ہو، جو دوسروں پر زیادتی نہ کرے جو کینہ، خیانت اور حسد سے پاک ہو۔

دوسروں کی مصیبت پر خوشی ایک مکروہ فعل:

حاسد دراصل دوسروں کو تکلیف اور مصیبت میں ہی دیکھ کر خوش رہتا ہے وہ اپنے بھائی کو خوشحال دیکھ کر خوش ہونے کے بجائے دل ہی دل میں جلتا اور کڑھتا ہے حدیث مبارک میں ایسے مکروہ فعل پر سخت وعید سنائی گئی ہے لا تفلہر الشماتۃ الا خیک فیر حمہ اللہ ویتلیک (الحديث) اپنے بھائی کی مصیبت پر خوشی کا اظہار نہ کر، ایسا نہ ہو کہ اللہ اس پر توبہ فرمائے اور تجھے مصیبت میں مبتلا کر دے۔

حسد کے نقصانات:

دلی بے سکوی و بے چینی..... احساس کمتری..... گناہ بھری زندگی..... خاندانی نظام کا استحکام..... ذلت و خواری..... نیکیوں کا ضیاع..... معاشرتی انتشار..... جرائم کا فروغ..... بے اعتمادی..... قناعت کا خاتمہ..... اللہ تعالیٰ کی ناراضی..... حرام کا ارتکاب..... دنیا و آخرت کی ناکامی۔

حسد سے بچنے کے طریقے:

☆ دنیا کے بجائے آخرت کی لالچ اور طمع پیدا کی جائے۔ ☆ بزرگان دین کی سازدگی و قناعت کی تاریخی مثالوں سے نصیحت حاصل کی جائے۔

☆ دولت و اقتدار سے پیدا ہونے والی برائیوں اور ان کے نقصانات اور مفسد پر نظر رکھی جائے۔ ☆ نعمتوں اور کمالات کے حصول کے لیے محنت سے کام لیا جائے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆